مجلس انصاراللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

نبوت، فتح 1383 جلد۲ ، نمبر۶ نومبر، دسمبر۲۰۰۵

''یہ عشق ووفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے''



مکرم چوہدری محمد اسلم کلّا صاحب



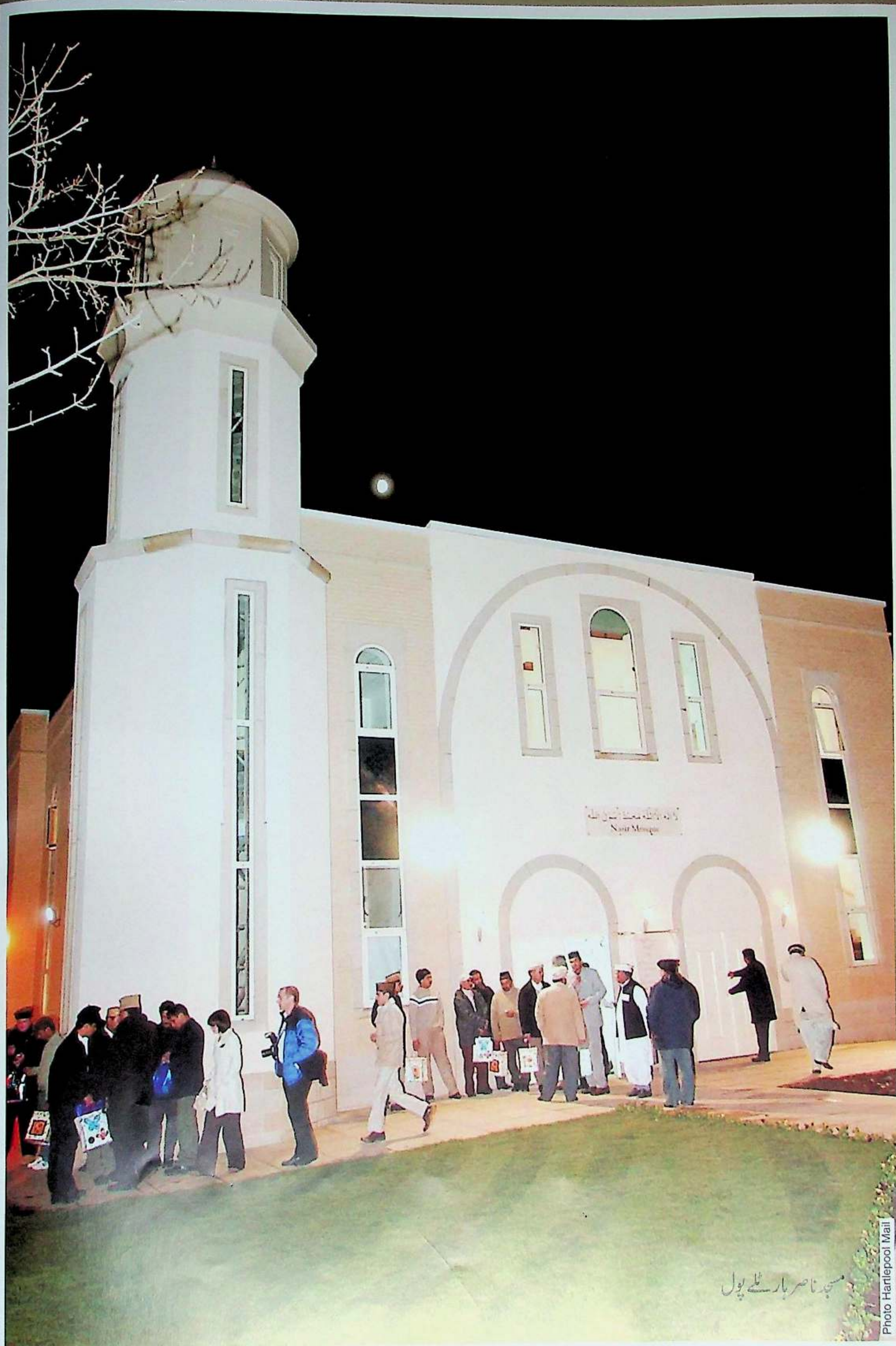
مکرم راجہ محمد اشرف صاحب



مکرم یاسر احمد کلّا صاحب

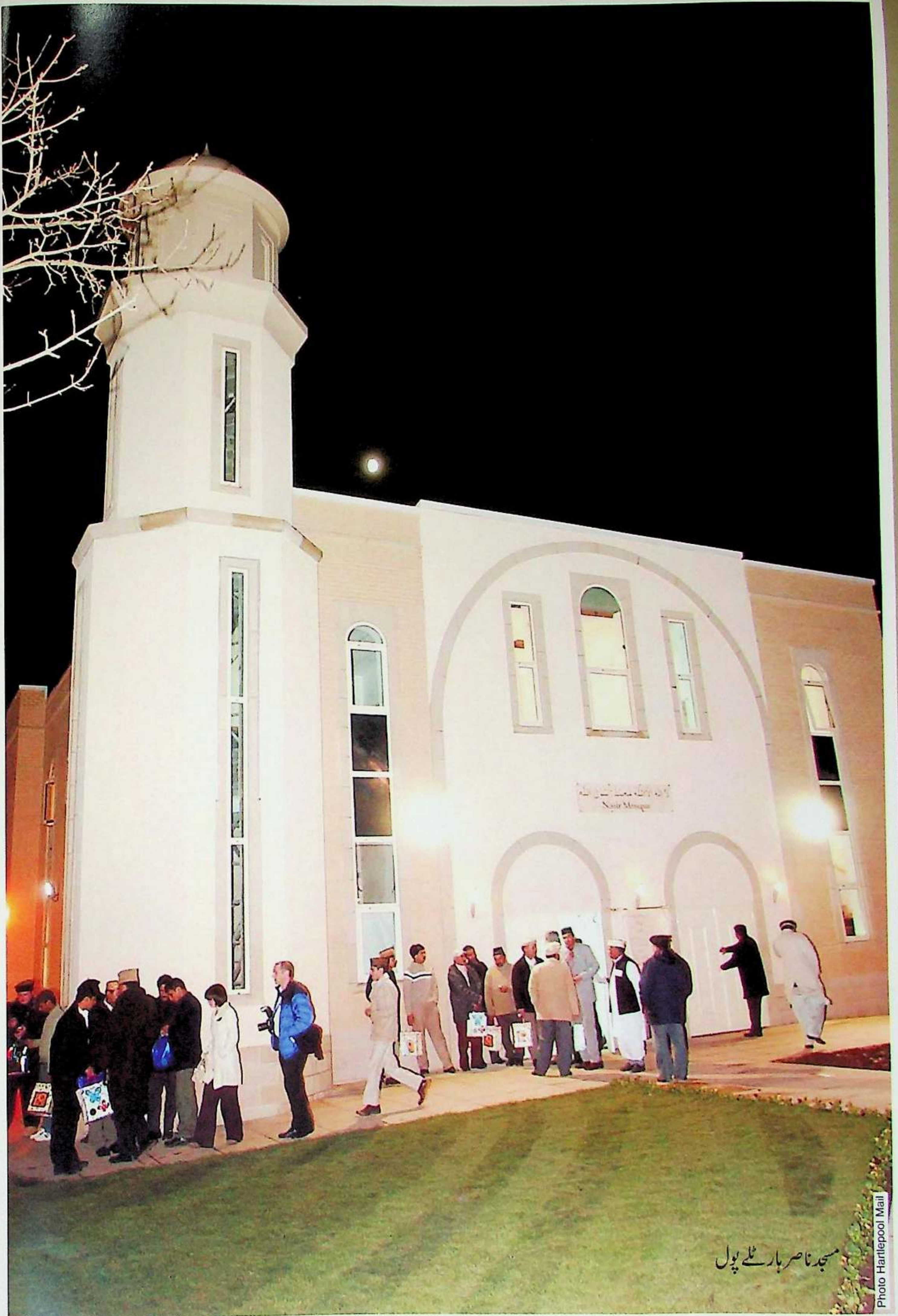


مکرم راجہ عابد محمود صاحب



مسجد ناصر ہارٹلے پول

Photo Hartlepool Mail



مسجد ناصر ہارٹلے پول

Photo Hartlepool Mail

﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم　　نحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم　　وعلىٰ عبده المسيح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد ۲ نمبر ۶

نومبر تا دسمبر ۲۰۰۵ء

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو)
محمود احمد ملک

نائبین
شیخ طارق محمود
سید حسن خان

مدیر (انگریزی): احد بھنو

مینیجر: محمد اسحٰق ناصر

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF

e-mail address: ansaruddin_uk@yahoo.co.uk

اداریہ:

7/اکتوبر2005ءکو پاکستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں مونگ میں جو دردناک واقعہ ہوا ہے وہ جماعت احمدیہ کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔ رمضان المبارک کے بابرکت اور مقدس ایام میں احمدی فجر کی نماز میں اپنے خداتعالیٰ کے حضور رکوع و سجود میں حاضر تھے کہ چند درندہ صفت انسانوں نے ان پر لگاتار فائرنگ کر کے آٹھ معصوم احمدیوں کو شہید کر دیا جن میں بوڑھے، جوان اور بچے شامل تھے۔ ان کا صرف یہ قصور تھا کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے فرمان کے مطابق اِس زمانہ کے امام کو شناخت کر کے اس پر ایمان لے آئے تھے۔ یہ واقعہ خالصتاً مذہبی منافرت کے نتیجہ میں ہوا ہے اور اس کی پشت پر ایسے مذہبی رہنماؤں کا ہاتھ ہے جو آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مطابق روئے زمین پر بدترین مخلوق ہیں اور تمام فتنوں کی آماجگاہ ہیں۔

اس واقعہ پر غور کرتے ہوئے خیال اسلام کے دورِ اوّل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جب آنحضرت ﷺ کے محبوب صحابہ کو دشمنانِ اسلام نے ایسے ہی شہید کیا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے اپنے جانثاروں کو صبر و تحمل کی تلقین کی تھی۔ گو ان کے دل خون تھے اور آنکھیں اشکبار تھیں مگر انہوں نے صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ واقعہ مونگ کے معاً بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی پیروی میں ہی جماعت کو صبر و تحمل کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ احمدیوں کے دل حزیں تھے مگر خداتعالیٰ کے حضور فریاد کے سوا ان سے کوئی بے صبری کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ خداتعالیٰ کے فرستادہ مسیح کی جماعت! تمہیں مبارک ہو کہ تمہارا طرزِ عمل وہی رہا جو آنحضرت ﷺ کے صحابہ کا تھا۔

دوسری طرف اپنے آپکو مسلمان کہلانے والے اور رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ کی طرف خود کو منسوب کرنے والے مذہبی رہنماؤں کا طرزِ عمل ویسا ہی دکھائی دیتا ہے جو ہمیشہ سے خداتعالیٰ کے انبیاء کے مخالفین کا رہا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ آج کے دَور میں بھی ایسے مذہبی رہنما موجود ہیں جو اپنے آپکو منسوب تو رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ کی طرف کرتے ہیں مگر ان کا ہر قول اور فعل اس پاک عمل کے برعکس ہے۔

"یہ اسی رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ کی غلامی کا دم بھرتے ہوئے بھی اس کی تمام صفاتِ حسنہ سے عاری ہیں۔ ان کے دل رحمت سے خالی اور ظلم سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور ان کے سینوں میں غیض و غضب کے سمندر موجزن ہیں۔ اور مذہب کے نام پر سختی اور تشدّد کو روا رکھنا تو اب ان کے عقائد میں داخل ہو چکا ہے۔ وہ اسی آسمانی پانی کا واسطہ دے کر جو دلوں کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آیا تھا، بے علم عوام کے سینوں میں غضب کی آگ بھڑکا دیتے ہیں۔ وہ اسی امن کے شہزادہ کا نام لے لے کر جس نے عرب کی خونی سرزمین سے اپنے خون کی قربانیاں دے کر قتلِ ناحق کو یکسر مٹا ڈالا تھا۔ اسی کے ماننے والوں کو بے کسوں کے قتل پر آمادہ کرتے ہیں۔ وہ اسی امین کی محبت کو انگیخت کر کے، جس کے گھر غارت گروں نے لوٹ لئے، دنیا کو غارت گری کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ جس نے غیروں اور بدکرداروں کی بیبیوں کی عصمت کی بھی حفاظت کی، ہاں وہ سب حیاداروں سے زیادہ حیادار، جو بے حیائی کو یکسر نابود کرنے کے لئے آیا تھا، آج اسی عصمتِ مجسم کے نام پر سالہا سال کی بیاہتا عورتوں کو اپنے خاوندوں پر حرام اور دوسروں پر حلال کر دیتے ہیں۔ وہ عابدوں کا سردار جس نے باطل مذاہب کے معبدوں کی بھی حفاظت کی، آج ان مذہبی راہنماؤں نے خود اسی کا کلمہ پڑھنے والے عابدین کے ایک گروہ کی مسجدوں کے انہدام کے فتوے دیئے۔ اور یہ سب ظلم جسے وہ نبیوں کا سردار مٹانے کے لئے آیا تھا خود اسی مظلوم نبی کے نام پر کئے جانے لگے۔ کیا کوئی بھی مسلمان یہ تصور کر سکتا ہے کہ اگر آج ہمارا آقا ہم میں موجود ہوتا (خدا کی بیشمار رحمتیں اور درود ہوں اس محسن پر) تو وہ اپنی امت کے اس حال کو دیکھ کر خوش ہوتا؟ نہیں نہیں۔ ایسا مت خیال کرو کیونکہ یہ اس حسن و احسان کے مجسمہ کی توہین ہے۔ کیا کوئی بھی مسلمان یہ وہم دل میں لا سکتا ہے کہ وہ اپنی امت کے علماء کو تلقین کرتا کہ سٹیجوں پر چڑھ کر ایک دوسرے کے بزرگوں کی تذلیل اور توہین کرو اور انہیں کہتا کہ ہاں اور گالیاں دو۔ گندے بہتان لگاؤ اور الزام تراشو اور پردہ دار عفت مآب بیبیوں کے نام لے لے کر ایسی مغلظات بکو کہ ایک لا مذہب بھی ان کو سن کر شرمانے لگے۔ کیا کوئی بھی مسلمان یہ وہم دل میں لا سکتا ہے کہ وہ سلامتی کا شہزادہ اپنے علماء کو ایسے ہیجان آمیز خطبات دینے کی تلقین کرتا جس سے بستیوں کا امن اٹھ جائے اور ایسی شعلہ نوائیوں کا حکم دیتا کہ جس سے بیکسوں اور کمزوروں کے گھروں اور اموال کو خود ان کے سمیت نذرِ آتش کر دیا جاتا اور کہتا کہ ابھی بس نہ کرو اور مرتدین کی مسجدیں مسمار کر دو اور ان کی عورتوں کو بھی۔ کیونکہ فتنۂ ارتداد کو مٹانے کا بس یہی ایک روحانی طریق ہے۔

خدارا اپنے دلوں کو ٹٹولو اور جواب دو کہ کیا کوئی بھی مسلمان ایک لحہ کے لئے یہ تصوّر کر سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور مکّہ کی گلیوں کی ایک ایک اینٹ گواہ ہے جن پر مظلوم غلاموں کو ارتداد کی سزا میں مرے ہوئے جانوروں کی طرح گھسیٹا گیا تھا اور صحرائے عرب کی ریت کے سلگتے ہوئے ذرّے گواہ ہیں اور وہ جھلستی ہوئی پتھر کی سلیں گواہ ہیں جنہیں ان بیکسوں کی چھاتیوں پر رکھا جاتا تھا کہ یہ اطوار سیدِ وُلدِ آدم کے اطوار نہیں اور یہ اخلاق اس مقدس رسول کے اخلاق نہیں۔ اور مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور طائف کی سنگلاخ زمین کا ایک ایک پتھر گواہ ہے جس پر سیدِ وُلدِ آدم کا خون ٹپکا تھا کہ میرے مظلوم آقا نے کبھی مذہب کے نام پر جبر کی تعلیم نہیں دی۔ عفت کے نام پر عصمتوں کے لوٹنے کا حکم نہیں دیا اور عبادت کی آڑ میں معبدوں کو مسمار کرنے پر انگیخت نہیں کیا۔ پھر کیوں نہ میری آنکھ شرم سے جھک جائے اور کیوں نہ میرا دل درد سے بھر جائے کہ اُسی مقدّس ذات کی طرف منسوب ہونے والے آج بھی ایسے بے درد راہنما موجود ہیں۔"

(از "مذہب کے نام پر خون" مؤلفہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

درس القرآن

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (سورۃ البقرۃ: آیت 115)

ترجمہ: اور اس (شخص) سے بڑھ کر کون ظالم (ہوسکتا) ہے جس نے اللہ کی مساجد سے (لوگوں کو) روکا کہ ان میں اُس کا نام لیا جائے اور ان کی ویرانی کے درپے ہوگیا۔ ان لوگوں کے لئے مناسب نہ تھا کہ ان (مساجد) کے اندر داخل ہوتے مگر (خدا سے) ڈرتے ہوئے۔ اُن کے لئے دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور آخرت میں (بھی) ان کے لئے بڑا عذاب (مقدر) ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مساجد میں اللہ تعالیٰ کا نام نہ لینے دے اور اُس کی عبادت سے لوگوں کو روکے اور اس طرح اُن کو ویران کرنے کی کوشش کرے تو وہ سب سے زیادہ ظالم ہے۔ یہ ایک اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جو اسلام نے پیش کی ہے۔ دنیا کے کسی دوسرے مذہب نے ایسی تعلیم پیش نہیں کی۔ آنحضرت ﷺ کے وقت تک ہر مذہب کے پیروکار اپنی اپنی عبادت گاہوں میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کو عبادت کرنے سے روکتے تھے بلکہ بسا اوقات ان میں دوسروں کو داخل ہونے کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔ خود آنحضرت ﷺ کو، جن کے لئے خانہ کعبہ بنایا گیا تھا، قریشِ مکہ نے عبادت سے روک دیا تھا۔ تاریخ عالم بتاتی ہے کہ یہ بات اس وقت کی ایجاد نہ تھی بلکہ ہمیشہ سے دنیا انہی امور کی خوگر چلی آ رہی تھی۔ قرآن کریم نے وسعتِ حوصلہ کی شاندار تعلیم اس آیت میں دی ہے اور دنیا میں سب سے پہلا انسان جس نے اس پر عمل کر کے دکھایا وہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔ چنانچہ جب نجران کا عیسائی وفد آپ سے ملاقات کے لئے آیا تو آپؐ نے انہیں مسجدِ نبوی میں ہی عبادت کی اجازت عطا فرمائی۔ کچھ لوگوں نے انہیں منع کرنے کی کوشش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کرو۔ اسی طرح آپؐ نے ہمیشہ یہ تعلیم دی کہ جنگ کے مواقع پر بھی دوسروں کی عبادت گاہوں کو مسمار نہ کیا جائے کیونکہ ان میں خدا تعالیٰ کی پرستش ہوتی ہے۔

پھر مذکورہ آیت میں ہر قسم کی زیادتیوں اور تعدّیوں کو جو ایک مذہب کے پیروکار دوسرے مذاہب کے معابد اور عبادات کے متعلق کرتے ہیں یک قلم موقوف کر دیا گیا ہے اور سب مذاہب کے پیروکاروں کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ عبادت خانوں اور عبادتوں کے متعلق اپنے دلوں اور اپنے حوصلوں کو وسیع کریں کیونکہ عبادت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے اور اس سے روکنا ایک بہت بڑا ظلم قرار دیا گیا ہے۔

افسوس کہ مسلمانوں نے اس آیت پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور ایک فرقے کے لوگوں نے دوسرے فرقوں کو اپنی مساجد میں عبادت کرنے سے جبراً روک دیا۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ زیادتی احمدیوں کے ساتھ کی گئی اور کئی احمدیوں کو زدوکوب بھی کیا گیا اور ان پر کئی قسم کی سختیاں بھی کی گئیں۔ حتیٰ کہ احمدیوں کی مساجد کو نہ صرف مقفل کر دیا گیا بلکہ بعض کو شہید بھی کر دیا گیا تا کہ احمدی عبادت نہ کر سکیں۔ اسی طرح اذان دینے پر پابندی اور مساجد کی تعمیر کی اجازت نہ دینا بھی نہایت ہی ظالمانہ حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ میں کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ احمدیوں نے اپنی مساجد میں کسی کو عبادت کرنے سے روکا ہو۔

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے جو عبادت گاہوں میں خدا تعالیٰ کا نام بلند کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں دو سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ انہیں دنیا میں ذلّت نصیب ہوگی اور دوسرے یہ کہ آخرت میں انہیں سخت سزا ملے گی۔ ذلّت کی سزا اس لحاظ سے تجویز کی گئی ہے کہ مساجد اور معابد بنانے کی صرف ایک ہی غرض ہوتی ہے کہ ان میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ پس جو شخص ان میں لوگوں کو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکتا ہے وہ دنیا کی نگاہ میں اپنے لئے ذلّت اور رسوائی کے سامان پیدا کرتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لئے ایک دردناک عذاب تیار ہوگا۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حدیث قدسی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ) مَیں نے ظلم کرنا اپنے اوپر اور اپنے بندوں پر حرام قرار دیدیا ہے۔ پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

آنحضرت ﷺ کی بہت سی احادیث میں انسان کو انسان پر ظلم ڈھانے سے روکا گیا ہے اور نہ صرف ظالم کو ظلم کے بدنتائج سے ڈرایا گیا ہے کہ مظلوم کو بھی خوشخبری دی گئی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر اختیار کرے گا اور بدلہ لینے سے رُکا رہے گا تو اس کی جزا اُسے دی جائے گی۔ احادیث سے علم ہوتا ہے کہ یہ جزا اِس دنیا میں بھی عطا ہوگی اور آئندہ زندگی میں بھی ملے گی۔ چنانچہ حضرت کبشۃ انماری سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: تین چیزوں کے بارے میں مَیں قسم کھا کر تمہیں بتاتا ہوں اُنہیں اچھی طرح یاد رکھو۔ صدقہ بندے کے مال میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرتا۔ جب بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اُسے اور عزت بخشتا ہے۔ جس نے سوال کرنے کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس کے لئے فقر اور محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(ترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب مثل الدنیا مَثَلُ اَرْبَعَةُ نَفَرٍ)

اسی طرح بحیثیت مسلمان دوسرے مسلمان کا احترام کرنا بہت زیادہ واجب ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اُس پر ظلم نہیں کرتا، نہ اُسے (حوادث زمانہ کے) سپرد کر دیتا ہے۔ اور جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت روائی کرے گا۔ اور جو کوئی کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دُور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں میں اُس کی مصیبت دُور کرے گا۔ اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری۔ کتاب المظالم والغضب)

ظالموں کو ظلم کے بدنتائج سے ڈرانے کے بارہ میں جو احادیث موجود ہیں، اُن میں سے ہر ایک دلوں پر خوف سے لرزہ طاری کر دینے والی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس کوئی مال و دولت نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: میری امت میں سے حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نمازوں اور زکوٰۃ اور روزوں کے ساتھ حاضر ہوگا لیکن اُس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر الزام لگایا ہوگا اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ تب اُس کی نیکیاں ان سب کو دے دی جائیں گی۔ لیکن اگر اس کی نیکیاں اُس کے ذمہ حساب چکانے سے پہلے ختم ہوگئیں تو اُن مظلوموں کے گناہ، اُس (ظالم) پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب)

اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضور ﷺ کی ہی ایک دعا کے مطابق کسی کا حق مارتے ہوئے ظالم بننے کی بھی توفیق نہ دے اور کسی اَور کو بھی ہم پر ظلم کرنے کی توفیق نہ عطا فرمائے۔ آمین

کلام الامام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلیں گی، اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی و راس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہو گا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہو گا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے، میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔

اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحدِ یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امن کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے، نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا، اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشمِ خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269-268)

ارشاد سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ (فرمودہ ۷/اکتوبر ۲۰۰۵ء) میں فرمایا:

"ایک افسوسناک خبر بھی ہے۔ ٹی وی پر بھی آچکی ہے۔ کافی لوگوں نے سن بھی لی ہوگی۔ آج صبح منڈی بہاؤالدین پاکستان کے نزدیک ایک جگہ مونگ رسول ہے جہاں فجر کی نماز کے وقت جب احمدی نماز ادا کر رہے تھے تو دو دہشت گرد، دہشت گرد تو نہیں کہنا چاہئے، مخالفینِ احمدیت ہی ہوں گے، دہشت گردی تو آپس میں جب ان کی لڑائیاں ہوتی ہیں ان کے لئے دہشت گردی ہے، ہم نے تو جواب نہیں دینا۔ ہمارے ہاں تو جو حملے کئے جاتے ہیں وہ اس لئے کہ ہم احمدی ہیں۔ بہرحال وہ مسجد میں آئے اور نمازیوں پر فائرنگ کر کے فرار ہو گئے۔ جس سے آٹھ احمدی شہید ہو گئے اور تقریباً بیس زخمی ہیں۔ شہید ہونے والوں میں دو بڑی عمر کے بزرگ تھے۔ ایک کی ستر سال اور دوسرے کی تہتر سال عمر تھی۔ کچھ اور تفصیلات ابھی آنی ہیں۔ باقی تقریباً سارے نوجوان ہی تھے۔ ایک چھوٹا لڑکا بھی تھا جس کی عمر سولہ سال ہے۔ ایک بارہ سال کا بچہ بھی شدید زخمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شہداء کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور زخمیوں کو شفا عطا فرمائے۔ ان کے رشتہ داروں، عزیزوں اور سب احمدیوں کو صبر اور حوصلے کے ساتھ، یہ بہت بڑا صدمہ ہے، اس کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ان مجرموں کو پکڑنے کے بھی خود سامان پیدا فرمائے .... یہ لوگ اپنی طرف سے یہ کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ احمدیوں کو قتل کر کے شاید ہم اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن رہے ہیں۔ حالانکہ ان حرکات سے وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کو آواز دے رہے ہیں............"۔

آئندہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴/اکتوبر ۲۰۰۵ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سانحہ کا ذکر کرتے ہوئے دوبارہ فرمایا:

"ہمیں پتہ ہے کہ الٰہی جماعتوں پر امتحان آتے ہیں۔ تمام انبیاء پر ایسی سختیاں اور ظلم ہوئے انہوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے آگے فریاد کی اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جماعت احمدیہ کی گزشتہ سو سال سے زائد کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی جماعت کے افراد پر یا جماعت پر ایسا موقعہ آیا تو جماعت کے افراد نے صبر اور حوصلے کے ساتھ تمام ظلم برداشت کئے، کبھی قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیا اور اسی صبر کا نتیجہ ہے کہ ہر ایسے واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ جماعت کو پہلے سے بڑھ کر نوازتا ہے اور نوازتا چلا جا رہا ہے، اور انشاء اللہ نوازتا رہے گا۔ اس لئے آج بھی افرادِ جماعت کو اور خاص طور پر ان لوگوں کو جن کے بچے، بھائی یا خاوند شہید ہوئے یا زخمی ہوئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے صبر کے ساتھ اس کا رحم اور فضل مانگتے رہنا چاہئے۔ یہ افراد جو شہید ہوئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمیشہ کی زندگی پا گئے اور جماعت احمدیہ کی تاریخ کا حصہ بن گئے ہیں جن کو آئندہ آنے والی نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں گی ...... کتنا بڑا اعزاز ہے، وہ ہمیشہ کی زندگی پانے والے ہیں۔ پس مونگ کے یہ آٹھ شہید اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر حاصل کرنے والے ہیں۔ پھر ان لوگوں کا خون تو اس وقت بہایا گیا تھا جب خدا کے گھر میں اس کی عبادت میں مصروف تھے۔ ظالمانہ طور پر گولیوں کا نشانہ اس وقت بنایا گیا تھا جب وہ خدا کے حضور جھکے ہوئے تھے۔ یقیناً یہ شہداء اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہمیشہ کی زندگی پانے والے ہیں۔ پس ہر احمدی کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ خدا کی خاطر قربانی کرنے والے اپنی دائمی زندگی بنا گئے ہیں، ہمیشہ کی زندگی بنا گئے ہیں۔ گو ان کے بچوں اور قریبی عزیزوں کے لئے یہ صدمہ بہت بڑا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ملنے کے بعد ہم نے حوصلے اور صبر سے اس کو برداشت کرنا ہے اور اس آزمائش پر پورا اترنا ہے، ان کے لئے دعا کرنی ہے۔"

تکذیبِ انبیاء اور عذابِ الٰہی

(ڈاکٹر شمیم احمد)

قرآن کریم میں تاریخ مذاہبِ عالم کا مطالعہ کرتے وقت چند امور بہت نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ انبیاء کی صداقت کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ یہ امور ہر نبی کے دور میں ظاہر ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآنِ مجید میں بار بار دہرایا ہے تا کہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں۔

(1) اوّل یہ کہ ہر نبی کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔

(2) دوم یہ کہ نہ صرف استہزاء سے کام لیا گیا بلکہ انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کو شدید جسمانی تکالیف بھی پہنچائی گئیں۔

(3) تشدد ہمیشہ مخالفین کی طرف سے ظاہر ہوا، انبیاء یا ان کے ماننے والوں کی طرف سے کبھی تشدد کا مظاہرہ نہیں ہوا۔

(4) تکذیبِ انبیاء کے نتیجہ میں مخالفین کو آخر کار عذاب نے پکڑ لیا۔

انبیاء کے ساتھ استہزاء

جب بھی خدا تعالیٰ نے کوئی مُرسل دنیا کی اصلاح کے لئے بھجوایا، عموماً اس کا نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اسے ہنسی مذاق اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (سورۃ یٰسین:31)۔ یعنی ہائے افسوس (انکار کی طرف مائل) بندوں پر کہ جب کبھی بھی اُن کے پاس کوئی رسول آتا ہے وہ (اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں) اور تمسخر کرنے لگتے ہیں۔

دعویٰ نبوت سے قبل ہر فرستادہ کو اس کی قوم عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اسے قوم کی امیدوں کی آماجگاہ سمجھا جاتا ہے۔ انہیں قوم کا ہمدرد مخلص، صدیق اور امین قرار دیا جاتا ہے اور ہر دلعزیز فرد سمجھا جاتا ہے۔ پھر جیسے ہی انبیاء دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قوم کی اصلاح کے لئے چن لیا ہے تو وہ اپنی قوم کے لئے ایک قابلِ غضب وجود بن جاتے ہیں۔ وہی لوگ جو ان کی تعریف میں رطب اللّسان تھے انہیں جعلساز اور غلطی خوردہ قرار دینا شروع کر دیتے ہیں۔ لوگوں کی توجہ کا رخ بدلنے کے لئے انہیں مجنون اور ساحر قرار دیا جاتا ہے۔ ہر نبی نے ایسے وقت میں یہی دلیل پیش کی ہے کہ وہ دعویٰ نبوت سے قبل اپنی قوم کی آنکھوں کے سامنے پروان چڑھا ہے۔ اس کی قبل از بعثت کی زندگی میں کوئی داغ نظر نہیں آتا، وہ ہر لحاظ سے سچا اور امانت دار سمجھا گیا تھا تو کس طرح ممکن ہے کہ وہ یکلخت اپنی فطرت کے خلاف دروغ گو اور جعلساز بن جائے۔

انبیاء کو شدید تکالیف دی گئیں

دوم یہ کہ انبیاء کے ساتھ صرف ہنسی مذاق اور استہزاء نہیں کیا گیا بلکہ انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کو تشدد اور ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے کئی انبیاء کی مثالیں دے کر بیان فرمایا کہ جب بھی کسی نبی نے اپنی قوم کو ہدایت اور نیکی کی طرف بلایا تو ان کے مخالفین نے انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کے متعلق فرماتا ہے کہ جب اس پاکباز نبی نے اپنی قوم کو ہمارا پیغام پہنچایا تو ظالموں نے وہ پیغام سن کر کہا:

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (الشعراء:117)

اے نوح اگر تو باز نہ آیا تو تُو سنگسار کئے جانے والوں میں شامل ہو جائے گا یعنی ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اس کے بعد طوفانِ نوح تک انہیں لگا تار تحقیر و تمسخر کا نشانہ بنایا گیا۔ حضرت نوحؑ نے دن رات اپنی قوم کو ہدایت کی طرف بلانے کی کوشش کی مگر ان پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔

اس کے بعد قرآنِ مجید حضرت ابراہیمؑ کا ذکر فرماتا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو راستی و سچائی کی تعلیم دی اور بت پرستی کی بجائے خدائے واحد کی پرستش کے لئے کہا تو ان کی قوم نے بھی انہیں حضرت نوح کی طرح سنگسار کرنے کی دھمکی دی: لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا (مریم:47)۔ یعنی ان کے باپ اور سرداروں نے کہا کہ اگر اپنے اس عقیدہ اور تبلیغ سے باز آ جاؤ تو ٹھیک ہے ورنہ ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔ قوم کے سرداروں نے ہر طرف ان کے خلاف آگ بھڑکا دی اور ظاہری طور پر بھی انہیں جلتی ہوئی آگ میں ڈالنے کی سازش کی۔ لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے پیاروں کے ساتھ خاص سلوک ہوتا ہے کہ جب بھی ان کے خلاف آگ بھڑکائی جاتی ہے تو وہ بچانے کے لئے خود آ جاتا ہے اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کو بھی ہر قسم کی آگ سے بچا لیا گیا۔

یہی حال حضرت لوط اور حضرت صالح علیہم السلام کے ساتھ روا رکھا گیا اور ان پر ہر قسم کے ظلم ڈھائے گئے۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی گئیں تا کہ وہ اس پر سوار ہو کر فریضہ رسالت نہ ادا کر سکیں۔ حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو بڑے واضح طور اس کے خلاف انذار فرمایا تھا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت شعیبؑ کے مخالفین اور بڑے لوگوں نے انہیں اور ان کے ماننے والوں کو شہر بدر کرنے کی دھمکیاں دیتے ہوئے کہا: لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (سورۃ الاعراف:89) اے شعیب! ہم تجھ کو اور ان کو جو تجھ پر ایمان لائے ہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے، یا پھر تم ہمارے مذہب میں واپس لوٹ آؤ۔ بصورتِ دیگر تمہیں اتنی تکالیف دی جائیں گی کہ زندگی تمہارے لئے اجیرن ہو کر رہ جائے گی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں کو بھی فرعون نے شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ جس طرح گذشتہ انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں پر ظلم ڈھائے گئے تھے ان پر بھی مظالم ڈھائے گئے بلکہ ان سے بھی زیادہ۔ قرآن مجید میں قومِ موسیٰ کے متعلق ذکر ہے کہ فرعون نے اپنے اربابِ اقتدار کو حکم دیا کہ:

قَالُوْا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ (سورۃ المؤمن:26)

یعنی ان کے بیٹوں کو ہلاک کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے ماننے والوں کو ایسے ایسے مظالم کا نشانہ بنایا گیا جنہیں پڑھ کر جسم پرلرزہ طاری ہوجاتا ہے۔ایک معصوم نبی جس کی تعلیم نرمی اورعاجزانہ رویہ اختیار کرنا تھا اسے عملاً سولی پر چڑھا دیا گیا اور جان سے ماردینے کی کوشش کی گئی۔حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں کو تین صدیوں تک طرح طرح کے مظالم سہنے پڑے۔انہیں وحشیانہ طور پر ہلاک کیا گیا اور بے شمار کو جنگلی درندوں کے سامنے پھینک دیا جاتا تا کہ وہ انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیں۔سفاکی اور ظلم کی انتہا یہ تھی کہ قوم کے لئے یہ نظارے ایک تفریح کا سامان ہوتے تھے۔ان پر ایسے ایسے وقت بھی آئے کہ اپنی ناموس اور جان کی حفاظت کے لئے اور ایمان کی سلامتی کے لئے کئی کئی سال زیرِ زمین رہ کر زندگی بسر کرنا پڑی۔

یہ تو وہ سلوک تھا جو ظالموں نے گذشتہ انبیاء اوران کی قوموں کے ساتھ کیا۔جب خداتعالیٰ نے اپنی ابدی صداقتوں کے اظہار کے لئے اور دنیا کی ظلمت کو نورِ کامل سے منور کرنے کا فیصلہ کیا اور انبیاء کے سردار اور رسولوں کے فخر، سیّدِ ولدِ آدم کو دنیا میں بھیجا تو اسے بھی ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔وہ جو راستی اور صداقت کا دیوتا اور امن کا شہزادہ تھا، اس پر بھی اور اس کی جانثار اور وفادار جماعت پر بھی ظلم توڑے گئے اور ایسے ایسے مظالم ڈھائے گئے کہ جن کے ذکر سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔حیرت ہوتی ہے کہ انسان سفاکی و بربریت میں اتنا بھی بڑھ سکتا ہے کہ جنگلی درندے بھی ان کا مقابلہ نہ کرسکیں۔ نبی کریم ﷺ کو طرح طرح کے دکھ دئے گئے۔تین سال تک شعبِ ابی طالب میں محصور رکھا جہاں آپ کو اپنے عزیزوں اور صحابہ کے دکھ سہنے پڑے۔لیکن بھوک کی شدت سے بچوں کے بلکنے کی آوازیں کسی سنگدل کو رحم پر آمادہ نہ کرسکیں۔عبادت کے دوران آپ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی گئی اور ہر طرح کوشش کی گئی کہ آپ آزادانہ اپنے ربّ کی عبادت نہ کرسکیں۔طائف کے اوباشوں نے آپؐ پر اس قدر پتھر برسائے کہ طائف کی سرزمین پر دنیا کا مقدس ترین خون بہنے لگا۔

اسی طرح آپؐ کے غلاموں کو شدید ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔حضرت بلالؓ بن رباح ایک حبشی غلام تھے۔ان کو عرب کی تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا جاتا تھا اور ان کی چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا۔بعد میں ان کے گلے میں رسہ ڈال کر انہیں مکہ کے اوباش اور آوارہ لونڈوں کے حوالہ کر دیا جاتا تھا جو انہیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹے پھرتے جس سے حضرت بلالؓ کا بدن لہولہان ہو جاتا۔حضرت یاسر اوران کی اہلیہ کو اتنی تکالیف دی جاتی تھیں کہ ان کی تفصیل پڑھ کر بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔حضرت یاسرؓ تو اسی عذاب کی حالت میں جان دے بیٹھے۔ان کی اہلیہ حضرت سمیعہؓ کی ران میں ایک ظالم نے نیزے کا ایسا وار کیا جو ان کے جسم کو کاٹتا ہوا نکل گیا اور اس بے گناہ خاتون نے تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔حضرت خباب بن الارتؓ لوہار کا کام کرتے تھے،قریشِ مکہ نے انہیں پکڑ کر ان کی بھٹی کے کوئلوں پر لٹا دیا یہاں تک کہ کوئلے جل کر ان کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے۔(بخاری جلد اوّل)

جنگِ احد کے بعد کا ایک نہایت دردناک واقعہ ہے کہ عضل اور قارۃ قبائل کے چند لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ان کے قبائل کے لوگ اسلام کی طرف مائل ہیں اس لئے ان کے ساتھ ایسے آدمی روانہ کئے جائیں جو انہیں اسلام کی تعلیم سے روشناس کرواسکیں۔ان کی درخواست پر آپؐ نے دس صحابہ کو روانہ فرما دیا۔اصل میں ان قبائل کے لوگوں کے ارادے بد تھے اور انہوں نے بنولیحان کو اطلاع بھجوادی جو دو سو سواروں اور تیراندازوں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔انہوں نے آٹھ صحابہ کو تو اسی وقت شہید کر دیا مگر دو صحابہ، حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دشنہ کو اپنے ساتھ مکہ لے گئے اور وہاں دونوں کو شہید کر دیا گیا۔جب حضرت زید بن دشنہؓ کو قتل کیا جانے لگا تو اس وقت مکہ کے رئیس ابوسفیان نے آگے بڑھ کر حضرت زید سے کہا ''سچ کہو کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ اس وقت تمہاری جگہ ہمارے ہاتھوں میں محمدؐ ہوتا جسے ہم قتل کرتے اور تم بچ جاتے اور اپنے اہل وعیال میں خوشی کے دن گذارتے''۔حضرت زید بن دشنہؓ نے ابوسفیان کو جو جواب دیا وہ نہ صرف ان کے انتہائے عشقِ رسول پر گواہ ہے بلکہ رہتی دنیا تک تاریخ اسلام میں سنہری حروف میں لکھا رہے گا اور ہر عاشقِ رسول حضرت زیدؓ کی روح پر سلام بھیجتا رہے گا۔حضرت زیدؓ نے جواب دیا: ''ابوسفیان تم یہ کیا کہتے ہو!۔خدا کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے بچنے کے عوض رسول اللہ ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے''۔(بخاری)

اسی طرح چار ہجری میں قبائل رعل اور ذکوان کے لوگوں کی درخواست پر ستر صحابہ کی ایک جماعت ان کی تعلیم وتربیت کے لئے روانہ کی گئی۔وہ سارے کے سارے قرآن خوان تھے۔ان قبائلی لوگوں کا مقصد انہیں لے جا کر قتل کرنا تھا۔ان قبائل کے لوگ ان بے گناہ، نہتے اور معصوم صحابہ پر حملہ آور ہوئے اور انہیں شہید کر دیا۔ان میں سے صرف ایک صحابی بچ سکے۔جب آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں یہ اطلاع پہنچی تو روایات کے مطابق آپؐ کو اتنا صدمہ ہوا کہ ایسا صدمہ نہ پہلے کبھی پہنچا تھا نہ بعد میں۔(بخاری کتاب الجہاد)

۸ ہجری میں قبیلہ عکل اور عرینہ کے آٹھ آدمی مدینہ میں آئے اور اسلام قبول کر کے مدینہ میں قیام پذیر ہو گئے اور کچھ عرصہ کے بعد مدینہ سے باہر ایک چراہ گاہ میں منتقل ہو گئے۔وہاں ایک دن انہوں نے اونٹوں کے رکھوالوں پر جو کہ مسلمان تھے حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا، ان کی زبانوں میں تیز کانٹے چبھو دئے تا کہ وہ آواز نہ نکال سکیں۔پھر ان کی آنکھوں میں گرم سلایاں پھیر دیں۔(بخاری کتاب المغازی)

تشدّد...... خداتعالیٰ سے لاتعلق ہونے کی نشانی

قرآن کریم سے یہ بات بڑی وضاحت سے ثابت ہوتی ہے کہ انبیاء اوران کی جماعتوں پر ظلم ہمیشہ وہی لوگ کرتے ہیں جو راستی اور صداقت کے راستوں سے بہت دور جا پڑے ہوتے ہیں اور لامذہب ہو چکے ہوتے ہیں۔بظاہر وہ اپنے آپ کو کسی نہ کسی مذہب کی طرف منسوب تو کر رہے ہوتے ہیں مگر دراصل ان کا تعلق اس مذہب کی حقیقی تعلیم سے کٹ چکا ہوتا ہے اور ان کے دماغوں میں مذہب کا تصور مکمل طور پر بگڑ چکا ہوتا ہے۔رحمت، شفقت، نرمی اور صبر ان کے دلوں اور روحوں سے مفقود ہو چکا ہوتا ہے اور سفاکی، سنگدلی اور بربریت ان کا ایمان بن چکا ہوتا ہے۔یہ ناممکن ہے کہ کسی کا تعلق خواہ کسی بھی مذہب کے ساتھ ہو اور وہ رحیم وکریم خدا پر ایمان رکھتا ہو لیکن اس کی مخلوق کے ساتھ بلا وجہ انتہا درجہ کی سفاکی اور درندگی کا سلوک کرے۔جو لوگ بھی الٰہی جماعتوں کے ساتھ سفاکانہ سلوک کرتے ہیں، خواہ وہ ماضی کے ہوں یا آج کے، ان کا تعلق خداتعالیٰ کے ساتھ تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔خداتعالیٰ کے ساتھ وابستگی اور اس کی مخلوق کے ساتھ سفاکانہ سلوک دو بالکل متضاد امور

ہیں۔ درحقیقت ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے تصور تک سے محروم ہوتے ہیں اور اخلاقی گراوٹ کی انتہائی پستیوں میں گرے ہوئے ہوتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فرستادہ اور ان کے ماننے والے کبھی ظلم وستم کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ صبر وتحمل اور بڑی بردباری کے ساتھ تمام مصائب ومشکلات کے باوجود امن وآشتی کی تعلیم پھیلانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ قرآنِ کریم کے مطابق تمام انبیاء ان کے ماننے والے مظلوم ترین لوگ تھے جن پر شدید مظالم توڑے گئے مگر انہوں نے عظیم صبر واستقامت کے ساتھ ہر ظلم کو خدا تعالیٰ کی خاطر برداشت کیا۔ پہاڑوں جیسے مصائب کو دیکھ کر اور ان کے نیچے پس کر ان کی وفاداری اور اطاعت میں ذرّہ بھر بھی فرق نہ آیا۔ انتہائی کمزوری اور بے بسی کے عالم میں بھی اور طاقت کے عروج کے زمانہ میں بھی ان کا دامن ظلم سے پاک رہا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جو عظیم الشان طرزِ عمل آنحضرت ﷺ سے ظہور پذیر ہوا اس کی مثال تاریخ عالم میں ملنی ناممکن ہے۔ اس روز جب کہ مکہ کے تمام سرداروں کی گردنیں آپؐ کے ہاتھ میں تھیں اور وہ کانپتے ہوئے جسموں کے ساتھ آپؐ کے قبضۂ قدرت میں تھے، آپؐ نے لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر انہیں معاف کر دیا۔ ان میں وہ بھی شامل تھے جنہوں نے بڑی سنگدلی اور درندگی کے ساتھ مسلمانوں کے دل اور جگر چباڈالے تھے۔ آپؐ نے انہیں بھی معاف فرمادیا جنہوں نے مسلمانوں کو بربریت اور سفاکی کے ساتھ شہید کیا تھا۔

عذابِ الٰہی

چوتھی بات جو قرآن کریم نے بار بار مختلف پیراؤں میں یہ بیان فرمائی ہے کہ جب بھی کسی قوم نے انبیاء اور ان کے متبعین کی مخالفت کی ہے اور نہ صرف انکار پر بضدر ہے بلکہ ہر قسم کے استہزاء کے بعد ظلم وتشدد پر اتر آئے تو اس وقت خدا تعالیٰ کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو خبردار کیا کہ تم ظلم وستم سے باز آجاؤ اور اگر توبہ واستغفار سے کام لو گے تو خدا تعالیٰ بہت رحیم وکریم ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے اور پھر مالوں اور اولادوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ لیکن اگر ایسا نہ کیا اور انکار پر بضدر ہے تو پھر تم خدا تعالیٰ کے عذاب کی گرفت سے بچ نہیں سکو گے اور زمین وآسمان میں تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔ تمام مادی اور طبعی قوانین خدا تعالیٰ کے زیر تصرّف اور مکمل قبضۂ قدرت میں ہیں جنہیں وہ اپنی مشیت کے تحت معمولی سے تغیّر کے ساتھ عذاب کی صورت میں تبدیل کر سکتا ہے اور مادی لحاظ سے طاقتور ترین دشمن کو ایک لمحہ میں خس وخاشاک میں تبدیل کر دیا کرتا ہے۔ قرآنِ مجید میں عذاب کی مختلف اقسام کا ذکر ملتا ہے۔

مثلاً ایسے زلازل کا آنا جن کے نتیجہ میں زمین تہ وبالا ہو کر رہ جائے اور انسانی آبادیاں یا تو زمین کے اندر دھنس کر رہ جائیں یا انسان مکانوں کے ملبہ میں دفن ہو کر رہ جائیں۔ حضرت شعیبؑ کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا (الشمس:15)

کہ انہوں نے حضرت شعیبؑ کی بات نہ مانی اور انہیں جھٹلا دیا اور وہ اونٹنی جس سے بچنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خاک میں ملانے کا فیصلہ کر لیا اور ایسی تدبیریں کیں کہ ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا۔ قرآنِ کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیبؑ کی قوم کو پے در پے زلازل نے تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا تھا۔

اسی طرح حضرت لوطؑ کی قوم کے متعلق ذکر ملتا ہے کہ ان کے انکار اور سفاکی اور دیگر گناہوں کی پاداش کے نتیجہ میں ان پر عذاب پتھروں کی بارش کی صورت میں نازل ہوا تھا: فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (سورۃ الحجر:75)۔ اس پر لوط کی قوم کو موعود عذاب نے دن چڑھتے ہی پکڑ لیا جس پر ہم نے اس بستی کو تہ وبالا کر دیا اور ان پر سنگریزوں سے بنے ہوئے پتھروں کی بارش کر دی۔ ایسا عذاب آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے کے نتیجہ میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو ان کے انکار اور استہزاء کی ایک اور رنگ میں سزا ملی جس کا ذکر نہ صرف قرآن مجید میں محفوظ رکھا گیا بلکہ دنیا کی ہر تاریخ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب اتنا ہولناک تھا اور اس قدر وسیع سطح زمین پر محیط تھا کہ آج تک مختلف اقوام میں اس کا کثرت سے تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت نوحؑ نے دن رات اپنی قوم کو تبلیغ کی اور مختلف طریق سے انہیں انذار کیا مگر ان کی قوم نے ہر بات کو ماننے سے انکار کر دیا بلکہ استہزاء میں بڑھتے چلے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں شدید بارشوں کے بعد ایک ہولناک عذاب کے ساتھ غرقاب کر دیا

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍo وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَo (سورۃ القمر آیات 13-12) جس پر ہم نے بادل کے دروازے ایک جوش سے بہنے والے پانی سے کھول دئے اور زمین میں بھی ہم نے چشمے پھوڑ دئے۔ پس زمین وآسمان کا پانی ایک ایسی بات کے لئے اکٹھا ہو گیا جس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔

بعض دفعہ خدا تعالیٰ خوفناک آندھیوں کے ذریعہ عذاب دیا کرتا ہے کہ انسانی اجسام ٹوٹے ہوئے درختوں کی طرح جابجا بکھرے ہوئے نظر آئیں۔ اللہ تعالیٰ عاد کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ نُذُرِo اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ o (سورۃ القمر:20-19) عاد قوم نے بھی اپنے رسول کا انکار کیا تھا پھر دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا۔ ہم نے ان پر ایک ایسی ہوا بھیجی جو تیز چلنے والی تھی اور ایک دیر تک رہنے والے منحوس وقت میں چلائی گئی تھی وہ لوگوں کو اس طرح اکھیڑ پھینکتی تھی گویا وہ کھجور کے ایسے تنے ہیں جن کے اندر کا گودا کھایا ہوا تھا۔

اسی طرح دوسری قوموں کا ذکر ملتا ہے کہ انہیں کبھی طویل خشک سالی اور کبھی قحط کے ساتھ، کبھی بیماریوں کے نتیجہ میں اور کبھی جنگوں کے ذریعہ ظالموں کو پکڑ کر ان کے گھناؤنے اعمال کی پاداش میں ایسے تباہ وبرباد کر دیا گیا کہ ان کے نام ونشان تک مٹا دیئے گئے۔ صرف ان کا ذکر سامانِ عبرت کے لئے محفوظ رکھا گیا۔

یہ درست ہے کہ خدا تعالیٰ شکور اور غفور، رحمٰن اور رحیم اور کریم بھی ہے مگر اس کے ساتھ جبار اور قہار ہونا بھی اس کی صفات میں داخل ہے۔ جب بھی اس کے فرستادوں کی تحقیر اور تضحیک کی گئی اور ان کے مقابلہ میں ظلم کی راہ اختیار کی گئی اس نے بڑے زور آور حملوں کے ساتھ اپنے رسولوں کی مدد کی تا کہ دنیا پر ان کی سچائی ظاہر ہو۔

اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے اپنا ایک پیغامبر بھجوایا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں میں مذکور تھا، وہ عین ان کے مطابق ظاہر ہوا۔ اس نے اپنے

آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کے نائب اور بروز ہونے کا دعویٰ کیا کہ وہ وہی مسیح اور امام مہدی ہے جس کی آمد کا پندرہ سو سال قبل وعدہ دیا گیا تھا تا کہ اسلام کو پھر وہی شان و شوکت اور عظمت حاصل ہو جو دورِ اوّل میں تھی۔ وہ اپنے ساتھ چمکتے ہوئے روشن دلائل و براہین لے کر ظاہر ہوا، زمین اور آسمان میں اس کی تائید میں الٰہی نشانات ظہور پذیر ہوئے مگر قوم نے اسے قدر و توقیر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اکثر نے اسے جھٹلا دیا۔ نہ صرف اسے جھٹلایا گیا بلکہ اسے استہزاء کا نشانہ بنایا گیا اور طرح طرح کے دکھ دیئے گئے۔ اس کی وفادار جماعت پر ہر قسم کا ظلم روا رکھا گیا اور بعض کو سفاکی کے ساتھ سنگسار کر دیا گیا اور کئی بے گناہوں کو درندگی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ ہر ظلم کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنی صفتِ جباریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ظالموں کو عبرت ناک انداز میں پکڑ لیا مگر قوم کی بصیرت پر کچھ ایسا پردہ پڑ چکا ہے کہ وہ فکر و تدبر سے کام لینے کی بجائے استکبار میں بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

امام الزماں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار مختلف طریق سے اپنی قوم کو انذار کیا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی، اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269-268)

پھر فرمایا: ''خدا تعالیٰ نے مجھے صرف یہی خبر نہیں دی کہ پنجاب میں زلزلے وغیرہ آفات آئیں گی، کیونکہ میں صرف پنجاب کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کے لئے مامور ہوں۔ پس میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ آفتیں اور یہ زلزلے صرف پنجاب سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا ان آفات سے حصہ لے گی اور جیسا کہ امریکہ وغیرہ کے بہت حصے تباہ ہو چکے ہیں یہی گھڑی کسی دن یورپ کیلئے درپیش ہے اور پھر یہ ہولناک دن پنجاب اور ہندوستان اور ہر ایک حصہ ایشیا کیلئے مقدر ہے۔ جو شخص زندہ رہے گا دیکھ لے گا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 200 حاشیہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''یاد رہے کہ مسیح موعود کے وقت موتوں کی کثرت ضروری تھی اور زلزلوں اور طاعون کا آنا ایک مقدر امر تھا۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ جو لکھا ہے کہ مسیح موعود کے دم سے لوگ مریں گے اور جہاں تک مسیح کی نظر جائے گی اس کا قاتلانہ دم اثر کرے گا۔ پس یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس حدیث میں مسیح موعود کو ایک ڈائن قرار دیا گیا ہے جو نظر کے ساتھ ہر ایک کلیجہ نکالے گا بلکہ معنے حدیث کے یہ ہیں کہ اس کے نفحات طیّبات یعنی کلمات اس کے جہاں تک زمین پر شائع ہوں گے تو چونکہ لوگ اس کا انکار کریں گے اور تکذیب سے پیش آئیں گے اور گالیاں دیں گے اس لئے وہ انکار موجبِ عذاب ہو جائے گا۔ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ مسیح موعود کا سخت انکار ہوگا جس کی وجہ سے ملک میں مری پڑے گی اور سخت زلزلے آئیں گے اور امن اٹھ جائے گا۔ ورنہ یہ غیر معقول بات ہے کہ خواہ نخواہ نیکو کار اور نیک چلن آدمیوں پر طرح طرح کے عذاب کی قیامت آوے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانوں میں بھی نادان لوگوں نے ہر ایک نبی کو منحوس قدم سمجھا ہے اور اپنی شامتِ اعمال ان پر تھوپ دی مگر اصل بات یہ ہے کہ نبی عذاب کو نہیں لاتا بلکہ عذاب کا مستحق ہو جانا اتمامِ حجت کیلئے نبی کو لاتا ہے اور اس کے قائم ہونے کے لئے ضرورت پیدا کرتا ہے اور سخت عذاب بغیر نبی کے قائم ہونے کے آتا ہی نہیں، جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے؟ اے غافلو تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو...... بغیر قائم ہونے کسی مُرسل الٰہی کے یہ وبال تم پر کیوں آ گیا جو ہر سال تمہارے دوستوں کو تم سے جدا کرتا اور تمہارے پیاروں کو تم سے علیحدہ کر کے داغ جدائی تمہارے دلوں پر لگاتا ہے۔ آخر کچھ بات تو ہے کیوں تلاش نہیں کرتے۔''

(تجلیاتِ الٰھیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 401-399)

اعتذار

۱۔ گزشتہ شمارہ میں اردو اور انگریزی کے صفحہ ۳ پر آیت قرآنی سہواً درست شائع نہیں ہوئی۔ اصل آیت یوں ہے:

مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ (البقرۃ:۲۴۶)

۲۔ اسی طرح صفحہ ۵ پر دی گئی قرآن کریم کی آیت یوں ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:۳۲)

۳۔ گزشتہ شمارہ میں ایک مضمون بعنوان ''غیرت دینی کے چند بے نظیر نمونے'' شائع ہوا تھا جو مکرم محمود احمد انیس صاحب کی کاوش تھی لیکن سہواً اُن کا نام اس مضمون پر شائع ہونے سے رہ گیا تھا۔

ادارہ ان اغلاط پر معذرت خواہ ہے۔

خونِ شہیدانِ امّت کا......رائیگاں کب گیا تھا!!

(محمود احمد ملک)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کونصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد مانگا کرو۔ اللہ یقیناً صبر کرنے والوں کیساتھ ہے اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انکو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، مگر تم شعور نہیں رکھتے۔ اور میں تمہاری ضرور آزمائش کروں گا کچھ خوف کیساتھ اور بھوک کیساتھ اور مالوں اور جانوں کے ضیاع کیساتھ۔ اور پھلوں کے نقصان کیساتھ۔ اور صبر کرنے والوں کو بشارت دیدے۔ وہ لوگ جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جن پر بہت برکات ہیں اپنے ربّ کی طرف سے اور اس کی رحمت بھی۔ اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (البقرہ: ۱۵۴ تا ۱۵۸)

مذاہب کی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے کسی بندہ کو مبعوث فرمایا تو عموماً ایک ایسی جماعت اُن پر ایمان لاتی جو نہ صرف تعداد میں نہایت قلیل ہوتی بلکہ دنیاوی لحاظ سے بھی کمتر، غریب اور کمزور ہوتی۔ جبکہ گناہ آلود زندگی میں مستغرق اور دنیاوی آسائش میں پلنے والے عموماً اُس مردِ خدا پر ایمان لانے کی بجائے اُس کی مخالفت پر کمربستہ نظر آتے ہیں بلکہ اپنے طیش اور غضب میں کبھی تو اتنے بڑھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء اور اُن کے صحابہ کی زندگیوں کو نابود کرنے کے لئے اپنی تمام تر طاقتیں صرف کر دیتے ہیں لیکن اُس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ظالم کو اُس کے ظلم کی سزا دی جاتی ہے اور منکرین نہ صرف دنیاوی لحاظ سے ذلّت کا شکار ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات اُن کی صف ہی لپیٹ دی جاتی ہے جبکہ اُن کے مقابل پر ایمان لانے والے صبر و رضا کی شان کے ساتھ ہمیشہ ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب عنانِ حکومت وسطوت اُنہی مجبور اور مظلوم لوگوں کے ہاتھوں میں تھما دی جاتی ہے اور یہی ایک منطقی نتیجہ ہے جو ہمیں ہر رسول کی بعثت کے ساتھ منسلک دکھائی دیتا ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ یعنی خدا تعالیٰ نے یہ لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہی آخر کار غلبہ پانے والے ہوں گے۔

آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ صحبت سے فیض پانے والے جانثار صحابہ پر نظر ڈالیں تو صبر وثبات کے مظہر استقامت کے شہزادوں کا ایک جمِ غفیر نظر آتا ہے جنہیں اس بات کے سوا کوئی دھن نہیں تھی کہ اُن کے آقا ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والا ہر لفظ کے سامنے اُن کی روح اور اُن کا جسم اطاعت سے جھک جائے۔ اس اطاعت کی خاطر انہوں نے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور ایمان کی خاطر پیش کی جانے والی قربانیوں کے زندۂ جاوید نمونے پیش کئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کو تیروں، تلواروں اور نیزوں سے شہید کیا گیا، صلیب دے کر شہید کیا گیا، جلتے انگاروں پر لٹایا گیا، عین دوپہر کے وقت گرم پتھروں پر گھسیٹا گیا، زدوکوب کیا گیا اور مار مار کر لہولہان کر دیا گیا۔ الٹا لٹکا کر نیچے آگ جلائی جاتی، لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا۔ انہیں بھوکا اور پیاسا رکھا گیا، قید وبند کی صعوبتیں دی گئیں، سوشل بائیکاٹ ہوا، جائیدادیں چھین لیں، ماؤں سے بچے جدا کر دیئے، ہجرت پر مجبور کیا گیا، مقدس حاملہ عورتوں کے حمل گرائے گئے، نام بگاڑے گئے، مساجد شہید کی گئیں اور نماز پڑھنے سے روکا گیا۔ غرض روزانہ نئے ستم ایجاد کئے گئے لیکن استقامت کے شہزادوں نے اذیتوں کے سارے پتھر اپنے پائے استقامت سے روند ڈالے اور توحید کا پرچم سربلند رکھا پس خدا نے ان کے نام زندۂ جاوید کر دیئے۔ اُن سالہا سال پر پھیلی ہوئی اَن گنت قربانیوں میں سے اگر صرف جان کے نذرانوں کو ہی اکٹھا کیا جائے تو سینکڑوں جاں نثار ایک دوسرے سے بڑھ کر سرگرمِ عمل نظر آتے ہیں۔

جہاں تک شہید کے لفظی معانی کا تعلق ہے اس سے مراد مشاہدہ کرنے والے کے ہیں اور لفظ مشاہدہ دیکھنے پر بھی اطلاق پاتا ہے اور محض علم ہونے پر بھی۔ پھر شہید کو اس لئے بھی شہید کہتے ہیں کہ فرشتے اُس کے جنت میں جانے پر گواہ ہیں۔ اور یہ بھی کہ شہید زندہ ہوتا ہے اس لئے اُسے شہید کہنے سے مراد ہے کہ گویا وہ حاضر اور موجود ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ کیونکہ رحمت کے فرشتے اُس کے ساتھ ہیں اس لئے اُسے شہید کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ مرتے دم تک خدا تعالیٰ کے حق میں سچی گواہی پر قائم رہنے کی وجہ سے اسے شہید کہا گیا ہے۔

اسلام میں شہادت کی اہمیت اور شہید کے مقام کا اندازہ اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے جس میں آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص بھی جس کی اللہ کے ہاں کوئی نیکی (محفوظ) ہوتی ہے، جب وہ مرتا ہے تو دوبارہ دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا سوائے شہید کے۔ جبکہ شہید اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ لوٹ کر جائے اور پھر راہِ مولیٰ میں مارا جائے۔ اور وہ یہ خواہش اس فضیلت کی بناء پر کرتا ہے جو وہ درجہ شہادت میں دیکھتا ہے۔ چنانچہ ذوقِ شہادت کی بے شمار مثالیں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں ملتی ہیں۔ ان میں سے محض چند ایک ذیل میں پیش ہیں۔

اوّلین کا ذوقِ شہادت

حضرت واثلہؓ بن اسقع ۹ ہجری میں مسلمان ہوئے تو چند ہی روز بعد غزوہ تبوک کی تیاری شروع ہوئی۔ آپؓ کے پاس کچھ نہ تھا کہ میدان جہاد تک ہی پہنچ پاتے۔ آخر شوقِ جہاد نے اس قدر بے تاب کیا کہ مدینہ کی گلیوں میں دیوانہ وار صدائیں لگانے لگے کہ کون مجھے مالِ غنیمت کے عوض میدان جہاد میں پہنچانے کا ذمہ لیتا ہے۔ تب ایک انصاری بزرگ نے آپؓ کو ہمراہ لیا اور میدان تک پہنچایا۔

حضرت انسؓ کی عمر غزوہ بدر کے وقت ۱۲ اور غزوہ احد کے وقت ۱۳ برس تھی۔ آپؓ دونوں غزوات میں شامل ہو کر آنحضور ﷺ کی خدمت بجالاتے رہے۔

آنحضرت ﷺ غزوہ بدر کے لئے نکلے تو بچوں کو واپسی کا حکم ملا۔ نوعمر عمیرؓ لشکر میں ادھر ادھر چھپ گئے لیکن آنحضور ﷺ کو اطلاع ہوگئی اور آپ ﷺ نے

واپسی کا ارشاد فرمایا جسے سن کر آپؓ رو پڑے۔ آپ کے شوق اور تڑپ کو دیکھتے ہوئے آنحضور ﷺ نے اجازت عطا فرمائی۔

حضرت سعد الاسودؓ کو حصول رشتہ میں سخت مشکلات پیش آئی تھیں اور آخر آنحضرت ﷺ کی تجویز پر آپؓ کا رشتہ طے ہوا۔ آپؓ آرزوؤں سے لبریز دل کے ساتھ بیوی کے لئے تحائف خریدنے بازار پہنچے تو کسی منادی کی آواز سنائی دی جو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے بلا رہا تھا۔ آپؓ نے اسی وقت تحائف کی بجائے گھوڑا اور نیزہ خریدا اور مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو کر میدان جنگ میں پہنچ گئے اور دادِ شجاعت دینے لگے۔ ایک موقع پر گھوڑا کچھ اڑا تو پاپیادہ تیغ زنی شروع کر دی حتی کہ شہید ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو لاش پر تشریف لائے، آپؓ کا سر گود میں لیا اور دعا کی۔

حضرت عمارؓ کے والد یاسرؓ یمن سے آکر مکہ میں آباد ہوئے تھے تو ابو حذیفہ نے اپنی لونڈی حضرت سمیہؓ کی شادی اُن کے ساتھ کر دی تھی۔ یہ خاندان ابتدا میں ہی مسلمان ہو گیا اور بنو مخزوم نے ان پر ظلم و بربریت کی انتہا کر دی۔ حتی کہ ابو جہل نے حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر ان کو شہید کر دیا۔ یہ اسلام میں پہلی شہادت تھی۔ حضرت یاسرؓ بھی جلد ہی انتقال کر گئے اور حضرت عمارؓ ایک لمبے عرصہ تک کفار کے مظالم کا نشانہ بنائے جاتے رہے۔ قریش آپؓ کو انگاروں پر لٹا دیتے اور پانی میں غوطے دیتے لیکن آپؓ کے ایمان میں کوئی لغزش نہ آئی۔

غزوہ احد کے قریب دس صحابہ کو ظالمانہ طور پر شہید کیا گیا جن میں سے ایک حضرت خبیبؓ نے شہادت سے قبل دو نفل ادا کئے اور یہ شعر پڑھے کہ ''جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر گرتا ہوں۔ میری یہ سب قربانی اللہ کی رضا کے لئے ہے وہ اگر چاہے گا تو میرے ریزہ ریزہ اعضاء میں بھی برکت ڈال دے گا''۔

اسی زمانہ میں ستر صحابہ کو دھوکہ سے تبلیغ کے بہانے بلا کر انتہائی سفاکی سے شہید کر دیا گیا۔ اُن کے سردار حضرت حرامؓ بن ملحان کو جب پشت کی طرف سے نیزہ مارا گیا تو انہوں نے خون سے چلو بھر کر اپنے منہ اور سر پر پھیر کر فرمایا ''ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا''۔

حضرت عکرمہؓ شام پر فوج کشی کے موقع پر اتنی بے جگری سے لڑے کہ جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا۔ کسی نے از راہ ہمدردی کہا کہ اس طرح خود کو ہلاکت کے مونہہ میں نہ ڈالیں تو فرمایا کہ لات و عزیٰ کیلئے تو جان پر کھیلا کرتا تھا، آج خدا اور رسول کیلئے لڑنے کا وقت آیا تو کیا جان کو عزیز رکھوں؟ خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عروہؓ بن مسعود ثقفی کو ۹ھ میں ایک بدبخت نے اس وقت تیر سے شہید کر دیا جب وہ اپنے گھر میں فجر کے وقت اذان دے رہے تھے۔

حضرت فروہؓ بن عمرو فلسطین کے علاقہ میں قیصر روم کے عامل تھے۔ وہ مسلمان ہوئے تو قیصر نے انہیں واپس بلا کر قید کر دیا اور پھر صلیب دے کر شہید کر دیا۔

حضرت حبیبؓ بن زید کو مسیلمہ کذاب نے اپنی بغاوت کے زمانہ میں پکڑ لیا اور اُن کا ایک ایک عضو کاٹ کر شہید کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت ھبار بن اسود نے نیزہ مار کر گرا دیا جس سے اُن کا حمل ساقط ہو گیا اور آخر اسی وجہ سے اُن کی شہادت ہوئی۔

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ کو حضرت عمرؓ کے دَور میں رومیوں نے گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے اُن کو عیسائی ہونے کے لئے پہلے کئی قسم کا لالچ دیا اور پھر کئی طرح سے موت کی دھمکی دی بلکہ آپؓ کو خوفزدہ کرنے کے لئے جسمانی تکلیف بھی دی اور آپؓ کی آنکھوں کے سامنے دوسرے مسلمانوں کو بھی اذیت پہنچائی حتی کہ آپؓ کی نظروں کے سامنے ابلتے ہوئے پانی کی دیگ میں ایک مسلمان کو پھنکوا کر شہید کر دیا اور پھر آپؓ کو عیسائیت کی دعوت دی لیکن انکار کرنے پر آپؓ کو بھی دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب آپؓ کو دیگ کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو آپؓ کے آنسو نکل آئے۔ بادشاہ نے سمجھا کہ شاید موت سے خوفزدہ ہیں چنانچہ اُس نے پھر عیسائیت کا پیغام پیش کیا لیکن آپؓ نے اپنے آنسوؤں کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ ابھی مجھے دیگ میں ڈال دیا جائے گا اور میری ایک ہی جان ہے جو چلی جائے گی جبکہ میری خواہش تو یہ ہے کہ میرے جسم کے بالوں کی تعداد کے برابر میری جانیں ہوتیں جو سب راہِ خدا میں آگ میں ڈال دی جاتیں۔
...... بالآخر بادشاہ نے کہا اگر تم میرے سر کو بوسہ دو گے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے تمام مسلمان قیدیوں کی رہائی کا وعدہ لیا اور سوچا کہ اس کے سر کو بوسہ دینے سے اگر سب کو رہائی نصیب ہوتی ہے تو کیا حرج ہے۔ چنانچہ تمام قیدی رہا ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ عبداللہؓ بن حذافہ کے سر کو بوسہ دے اور اس کا آغاز میں کرتا ہوں۔

آخرین کو اوّلین سے ملانے والا

اصحاب رسول ﷺ کے مقدّر میں لکھی ہوئی فتوحات آج بھی تاریخ میں نمایاں شان سے چمک رہی ہیں اور یہی وہ تاریخ ہے جو ہر نبی کی بعثت کے دَور میں دہرائی جاتی رہی ہے اور آج بھی دہرائی جا رہی ہے۔ یہی قربانیاں ہیں جن کے مقدّر میں فنا نہیں لکھی گئی اور یہی وہ عظمتیں ہیں جو نا قابل تسخیر ہیں۔ پس جو خدائی تقدیر ہمیں انبیائے سابقہ کے حالات میں نظر آتی ہے، وہی حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی موعود کی بعثت کے وقت بھی دکھائی دیتی ہے جب آپؑ کی مخالفت میں اٹھنے والے طوفانوں نے ہر پہلو سے آپؑ اور آپؑ کے پیروکاروں کی زندگیوں میں تلخیاں گھولنے کی کوشش کی لیکن اُس کا منطقی نتیجہ یہی نکلا کہ مخالفین پر اُن کی زمین تنگ ہوتی چلی گئی اور حضرت مسیح موعودؑ کے غلام دین و دنیا کے وسیع میدانوں میں عظیم الشان فتوحات کے جھنڈے گاڑتے چلے گئے۔

اگرچہ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ احمدیت کی ایک سو پندرہ سالہ روشن تاریخ کا جائزہ لینے سے ہمیں اُن شاندار فتوحات کے ساتھ ساتھ ایسے اندوہناک واقعات بھی نظر آتے ہیں جب احمدیوں پر انفرادی اور اجتماعی طور پر مصائب کے پہاڑ توڑ دیئے گئے اور نہ صرف اُن کے اموال لُوٹ لئے گئے اور اُن کے مکانوں اور املاک کو نذرِ آتش کر دیا گیا، اُن کی مساجد کو منہدم کرنے اور چھین لینے کی کوشش کی گئی، اُن کا معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا، قانون سازی کے ذریعے اُن کی روزمرہ زندگیوں کو اجیرن بنا دیا گیا، اُن کو قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا گیا بلکہ اُن کی زندگیوں کے چراغ گل کرنے کے لئے بھی انتہائی سفاکانہ اقدامات کئے گئے۔

ایسے واقعات کی تفصیل بہت طویل ہے اور تاریخ احمدیت کا ہر ایسا ورق نہ صرف خون کے آنسو رُلاتا ہے بلکہ پڑھنے والوں میں یہ حوصلہ بھی پیدا کرتا ہے کہ دین کی خاطر کی گئی قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔ خصوصاً جان کی قربانیاں ضرور اپنے پاکیزہ اثرات چھوڑ دیتی ہیں کہ جام شہادت نوش کرنے والے ہر مجاہد کے پیچھے ایسے کئی چہرے نظر آتے ہیں جو اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلنے اور اُس کے بامراد انجام کو خود بھی پانے کے لئے بے قرار ہوتے ہیں۔

ذیل میں محض ایسے چند واقعات بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جب دشمن احمدیت نے معصوم احمدیوں کے خون سے ہولی کھیلی اور احمدیوں کو صرف اس پاداش میں شہادت کی زندگی عطا ہوئی کہ وہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق مبعوث ہونے والے مسیح موعود اور مہدی زمان کی آواز پر لبیک کہنے کی سعادت حاصل کر چکے تھے اور بے مثال صبر و ثبات سے اپنے ایمان پر قائم تھے۔ اپنے ان بھائیوں کی عظمت کو سلام کرنے کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر عظیم احسان ہے کہ آخرین میں شامل ہونے کے باوجود بھی اُس نے ہمیں بحیثیت جماعت شہادت کی نعمت سے محروم نہیں رکھا اور اگرچہ تلوار کا جہاد اب جاری نہیں ہے لیکن ازل سے جاری شیطانی سرکشی نے جس طرح نیکی کے خلاف جنگ جاری رکھی ہوئی ہے، اُس کے نتیجہ میں بے شمار احمدیوں کو راہِ مولیٰ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ تاہم ذیل میں محض چند وفا شعاروں کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

چند شہدائے احمدیت کا تذکرہ

احمدیت کے سب سے پہلے شہید حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؓ تھے جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ شہید کے شاگرد تھے۔ ہر دو کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی شہادت کی سعادت نصیب ہوئی اور حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب ''تذکرۃ الشہادتین'' میں ان کا ذکر ایک شدید کرب کے ساتھ نہایت محبت بھرے الفاظ میں فرمایا اور لکھا کہ الہام شَاتَانِ تُذْبَحَانِ میں ان دونوں اصحاب کا ذکر ہے۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ ۱۴؍جولائی ۱۹۰۳ء کو کابل میں شہید کئے گئے۔ آپ کے پچاس ہزار مرید تھے اور شاہی دربار میں آپؓ کا شمار معزز ترین افراد میں ہوتا تھا۔ لیکن قبول احمدیت کے نتیجہ میں جب ملّاؤں کے شور مچانے پر بادشاہ نے آپؓ سے کہا کہ آپؓ بے شک دل میں جو چاہے عقیدہ رکھیں لیکن زبان سے ایک بار انکار کر دیں تو مَیں سارے حالات سنبھال لوں گا۔ لیکن آفرین ہے اس بزرگ پر جس نے اپنی دنیاوی عزت اور جاہ کی قطعاً پرواہ نہ کی۔

سید الشہداء کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔...... اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔ بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔ اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا''۔ مزید فرمایا: ''شاہزادہ عبداللطیف کیلئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔ اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تُو نے میری زندگی میں اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور (۱۹۱۷ء میں) ایک مجذوب فضل کریم صاحب کابل گئے اور سردار نصر اللہ خان کو درخواست دی کہ میں احمدی ہوں اور بغرض تبلیغ آیا ہوں۔ اس پر ان کو گرفتار کرلیا گیا اور پھر ان کی نشاندہی پر حضرت عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے پانچ لڑکوں کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ چنانچہ صاحبزادہ محمد سعید جانؓ اور صاحبزادہ محمد عمر جانؓ کو شیرپور جیل میں بیڑیاں ڈال دی گئیں اور آٹھ نو ماہ تک ان کو کھانے میں سوائے نمک اور خشک روٹی کے کچھ نہیں ملتا تھا اور اس کی وجہ سے انتڑیاں گل گئیں اور انہوں نے اسی حالت میں وفات پائی۔

۱۹۱۸ء میں علاقہ جاجی کے حاکم سردار محمد خان نے حضرت سید سلطان احمد صاحب اور ان کے بھائی حضرت سید حکیم صاحب کو قید میں ڈال دیا جہاں لمبا عرصہ خشک نان اور نمک کھانے سے دونوں کی انتڑیاں گل گئیں اور وہ شہید ہوگئے۔

حضرت مولوی نعمت اللہ خانصاحب شہید افغانستان کو امیر امان اللہ خان کے حکم سے کابل میں ۳۱؍اگست ۱۹۲۴ء کو ۳۴ سال کی عمر میں سنگسار کر دیا گیا۔ آپ کابل کے قریبی گاؤں کے رہنے والے تھے اور دینی تعلیم حاصل کرنے قادیان تشریف لائے تھے۔ ۱۹۱۹ء میں آپ کو کابل کے احمدیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے روانہ کیا گیا تھا۔ آپ کو بھی شہادت سے قبل قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ جب آپ کو کابل کی چھاؤنی کے میدان میں سنگسار کرنے کیلئے لایا گیا تو آپ نے اس آخری خواہش کا اظہار کیا آپ کو اپنے ربّ کی عبادت کرنے کا آخری موقع دیا جائے۔ اجازت ملنے پر نماز پڑھی۔ پھر آپ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا اور پہلا پتھر کابل کے سب سے بدبخت عالم نے پھینکا۔ اس کے بعد پتھروں کی بارش شروع ہوگئی یہاں تک کہ آپ شہید ہوگئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس وقت جماعت کو یہ نصیحت کی کہ آؤ ہم یہ مصمم ارادہ کرلیں کہ ہم اس وقت تک آرام نہیں کریں گے جب تک ہم ان شہیدوں کی زمین کو فتح نہیں کرلیں گے۔

بلاد عرب میں پہلی شہادت حضرت شیخ احمد فرقانی صاحب کی تھی جو عراق میں ۱۶؍جنوری ۱۹۳۵ء کو واقع ہوئی۔ آپ دس سال سے مخالفین کا ظلم و ستم برداشت کرتے چلے آرہے تھے اور لوگوں نے آپ کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔

محترم ولی داد خان صاحب آف افغانستان کی شہادت ۱۵؍فروری ۱۹۳۹ء کو ہوئی۔ آپ لمبا عرصہ قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وقف کر کے تین سال تک مجاہد تحریک جدید رہے۔ اس کے بعد علاقہ خوست میں آ گئے جہاں نکاح کیا اور خدا تعالیٰ نے ایک لڑکا بھی دیا۔ لڑکے کی عمر ابھی ڈیڑھ ماہ کی ہوئی تھی کہ ان کی بیوی کے بھائیوں نے اس ننھے معصوم بچے کو ذبح کر دیا اور پھر غالباً چوتھے دن نہایت بیدردی سے تین گولیاں مار کر انہیں بھی شہید کر دیا۔ مرحوم کی نعش کو ظالموں نے تین دن تک بغیر دفن کئے رکھ چھوڑا اور اس کے بعد کہیں پھینک دیا۔

انبالہ کے حاجی میراں بخش صاحبؓ اور انکی اہلیہ ۱۳ و ۱۴؍اگست ۱۹۴۰ء کی درمیانی رات کو اپنے مکان میں شہید کئے گئے۔ ان کی بچی عمر دس ماہ ان کی گود میں تھی وہ اپنی ماں کے نیچے دب گئی اور اس حالت میں اس کو اٹھایا گیا کہ وہ مرحومہ ماں

کا دودھ چوسنے کی کوشش کر رہی تھی۔

۱۹۴۵ء میں انڈونیشیا آزاد ہوا تو موضع چونگ کاونگ ضلع تاسک ملایا کے علاقہ میں ماشومی نامی ایک انتہا پسند مسلمان تنظیم کے ایماء پر اس کے شر پسند عناصر کے ہاتھوں چھ احمدیوں کو ہاتھ پاؤں باندھ کر سر عام چوک میں شہید کیا گیا۔ پھر اسی ضلع کی ایک اور جماعت سانگیا تگ لومبنگ انڈہیانگ میں مذکورہ تنظیم کے دہشت گردوں نے چار احمدی احباب کو شہید کیا۔ چیانڈام انڈونیشیا میں ۳/مارچ ۱۹۵۳ء کو چھ مردوزن کو ایک انتہا پسند پارٹی دارالاسلام کے دہشت گردوں نے سر عام شہید کر دیا۔

یورپ کے پہلے احمدی شہید البانیہ کے محترم شریف دوتسا صاحب تھے۔ جب کمیونسٹ انقلاب آیا تو آپ اسلام پر قائم رہے اور اس کے نتیجہ میں شہید کئے گئے۔ آپ ایک سرکردہ رئیس تھے اور البانیہ اور یوگوسلاویہ میں اثر ورسوخ رکھتے تھے۔

تقسیم ہند کے وقت قادیان میں مقیم احمدیوں نے شاندار قربانیوں کا مظاہرہ کیا اور کئی احمدیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اسی طرح قیام پاکستان کے بعد کشمیر کے محاذ پر فرقان بٹالین میں شامل ہو کر بہت سے احمدیوں نے دادشجاعت دیتے ہوئے شہادت پائی۔ ان احمدیوں کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا کہ "عظیم بہادری کے نمونے دکھائے ہیں مجاہدین نے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی اولین تاریخ کے سوا آپ کو اس قسم کی بیباک شہادتوں اور قربانیوں کے واقعات اور نظر نہیں آئیں گے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ ان واقعات کی یادوں کو ہمیشہ اپنے دل کی دنیا میں آباد رکھیں گے"۔

پاکستان میں پہلی شہادت محترم ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب ابن محترم قاضی محمد شریف صاحب کی تھی۔ آپ ایک متدین نوجوان تھے۔ درویشی کے ابتدائی ایام نہایت وفا شعاری سے قادیان میں گزارے اور گراں قدر طبی خدمات بجالاتے رہے۔ ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں کوئٹہ میں نہایت وحشیانہ طریق سے پتھر اور چھرے مار مار کر آپ کو شہید کیا گیا کہ انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئیں۔ ان کے جسم پر ہتھیاروں سے لگائے گئے چھبیس (۲۶) زخم تھے۔

پاکستان میں سرکاری سرپرستی میں احمدیت کے خلاف ظلم کی رَو، پہلی بار، باقاعدہ ایک منصوبہ کے تحت 1953ء میں شروع ہوئی۔ پنجاب میں ہونے والے اِن احمدیہ مخالف فسادات میں کئی احمدی شہید کئے گئے۔ ان شہداء میں ۶/مارچ کو شہید ہونے والے میاں جمال احمد صاحب کی عمر صرف سترہ برس تھی۔ اسی طرح ایک احمدی محترم مرزا کریم بیگ صاحب کو چھرا مار کر شہید کرنے کے بعد (اسلامی نظام نافذ کرنے کا نعرہ لگانے والوں نے) ان کی نعش ایک چتا میں پھینک دی جو فرنیچر کو آگ لگا کر تیار کی گئی تھی۔

۱۹۵۶ء میں محترم داؤد جان صاحب آف کابل کو ربوہ سے واپس جانے پر پہلے قید کیا گیا اور پھر ایک بہت بڑے ہجوم نے قید خانے پر حملہ کر کے انہیں کھلے میدان میں لے جا کر شہید کر دیا۔ جبکہ ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب آف ٹل ضلع کوہاٹ کو ۲۹/جون ۱۹۵۶ء کو ایک ملّاں نے ایک مریض دکھانے کے بہانے لے جا کر گولی مار کر شہید کر دیا۔ تب سے کئی معصوم احمدی ڈاکٹروں کے ساتھ یہی دھوکہ دہی کی جاتی رہی ہے جن میں سے بعض کو شہادت بھی عطا ہوئی۔

۳/نومبر ۱۹۶۳ء کو جماعت برہمن بڑیہ (مشرقی پاکستان) کے سالانہ جلسہ پر مخالفین نے حملہ کیا جس کے نتیجہ میں بہت سے احمدی زخمی ہوئے جن میں سے مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبدالرحیم صاحب ۴/نومبر ۱۹۶۳ء کی صبح وفات پاگئے۔

مکرم رستم خان صاحب کو خلافت ثالثہ کے دور میں پہلا شہید ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ آپ ۱۱/فروری ۱۹۶۶ء کو شہید کئے گئے۔ پھر مولوی عبدالحق نور صاحب صدر جماعت کرونڈی کو دسمبر ۶۶ء میں کرایہ کے دو قاتلوں نے شہید کر دیا۔ اسی طرح مکرم ماسٹر غلام حسین صاحب ولد عبدالکبیر بٹ صاحب کو اکتوبر ۶۷ء میں نماز پڑھنے کی حالت میں جائے نماز پر ہی ذبح کر دیا گیا اور مکرم چودھری حبیب اللہ صاحب آف چک حسن آرائیں کو ۱۳/جون ۱۹۶۹ء کو برچھیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ انفرادی مظالم کا سلسلہ اگرچہ جاری تھا لیکن ۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف سرکاری سرپرستی میں چلائی جانے والی منظم ظالمانہ تحریک کے نتیجہ میں متعدد احمدی شہید ہوئے۔ تحریک کے باقاعدہ آغاز سے قبل ہی مکرم رشید احمد بٹ صاحب آف کنڈیارو کو ۲۶/مئی ۱۹۷۴ء کو شدید زخمی کر دیا گیا جو ۲۹/مئی کو شہید ہو گئے۔

تحریک کے باقاعدہ آغاز کے بعد یکم جون ۱۹۷۴ء کو صرف گوجرانوالہ میں کئی احمدیوں کو نہایت بیدردی سے شہید کیا گیا۔ اُن کے کپڑے اُتار کر اُنہیں چھتوں سے نیچے پھینکا گیا اور کئی گھنٹے تک اُن کی نعشیں سڑک پر برہنہ پڑی رہیں جن کے گرد "تحفظ ختم نبوت" کے جیالے رقص کرتے رہے۔ ان شہداء میں محترم محمد افضل کھوکھر صاحب اور محترم محمد اشرف کھوکھر صاحب، دونوں باپ بیٹا تھے۔ اسی طرح محترم چودھری منظور احمد صاحب اور محترم چودھری محمود احمد صاحب بھی دونوں باپ بیٹا تھے۔ جبکہ مکرم بشیر احمد صاحب اور مکرم منیر احمد صاحب دونوں بھائی تھے۔ ان کے علاوہ دو احباب محترم قریشی احمد علی صاحب اور مکرم سعید احمد خان صاحب آف مندو خیل کی شہادت بھی گوجرانوالہ میں ہی ہوئی۔ جبکہ محترم چودھری شوکت حیات صاحب کو حافظ آباد میں شہید کیا گیا۔ اگلے روز ۲/جون کو گوجرانوالہ کے نواحی گاؤں میں دو احمدی بھائیوں محترم محمد رمضان صاحب اور محترم محمد اقبال صاحب کو شہید کیا گیا۔ نیز اُسی روز محترم غلام قادر صاحب اور محترم چودھری عنایت اللہ صاحب کو بھی گوجرانوالہ میں شہید کیا گیا۔

۴/جون کو مکرم محمد الیاس عارف صاحب آف ٹیکسلا اور ۸/جون کو مکرم نقاب شاہ مہمند صاحب آف مردان کو پشاور میں شہید کر دیا گیا۔ جبکہ محترم صوبیدار غلام سرور صاحب اور ان کے بھتیجے اسرار احمد خاں صاحب آف ٹوپی ضلع مردان کو ۹/جون کو شہید کیا گیا۔ اُسی روز مکرم سید مولود احمد بخاری آف کوئٹہ کو بھی شہید کیا گیا۔ مکرم محمد فخر الدین بھٹی صاحب (ایبٹ آباد) کو ۱۱/جون کو جبکہ مکرم محمد زمان خانصاحب اور ان کے بیٹے مکرم مبارک احمد خانصاحب پوڑی آف بالاکوٹ کو بھی اسی روز شہید کر دیا گیا۔ اسی سال شہادت پانے والوں کی لمبی فہرست میں محترم سیٹھی مقبول احمد صاحب آف جہلم، محترم پروفیسر عباس بن عبدالقادر صاحب آف حیدرآباد سندھ، محترم ماسٹر ضیاء الدین ارشد صاحب آف ربوہ، محترم عبدالحمید صاحب آف کنری، محترم بشارت احمد صاحب آف تہال (گجرات) بھی شامل ہیں۔

۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کو جن بہیمانہ مظالم کا نشانہ بنایا گیا، اُن کے ذکر سے بھی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن اُس اندھیری رات میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح

الثالثؒ کی احمدی احباب کو یہی نصیحت تھی کہ: "ان لوگوں کے ظلم کے جواب میں کوئی ظلم نہ کرو۔ تم دیکھو گے کہ ان کی نسلیں آغوشِ احمدیت میں سکون تلاش کریں گے"۔

خلافت ثالثہ کے دَور میں اَور بھی کئی شہادتیں مختلف مقامات پر ہوئیں۔ جن میں محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ کو اُن کے لے پالک بیٹے نے ہی چاقوؤں کے وار کر کے ۹/اگست ۱۹۷۸ء کو شہید کر دیا۔ ایک شہادت سری لنکا میں ہوئی چنانچہ محترم بشیر احمد رشید احمد صاحب ابن مکرم جے رشید احمد صاحب آف نگومبو کو ۲۷/جون ۱۹۷۹ء کو شہید کر دیا گیا۔ جبکہ حضرت منشی علم دین صاحب کو کوٹلی آزاد کشمیر میں ۱۳/اگست ۱۹۷۹ء کو بڑی بیدردی سے سرِعام گلا کاٹ کر شہید کر دیا گیا۔

خلافت ثالثہ کے آخری شہید محترم چودھری مقبول احمد صاحب آف پنوں عاقل (سندھ) تھے جنہیں ۱۹/فروری ۱۹۸۲ء کو خنجر کے وار کر کے شہید کیا گیا۔ جبکہ ماسٹر عبدالحکیم ابڑو صاحب آف وارہ ضلع لاڑکانہ (سندھ) کو ۱۶/اپریل ۱۹۸۳ء کو کلہاڑیوں کے وار کر کے شہید کر دیا گیا۔ آپ دورِ خلافتِ رابعہ کے پہلے اور سندھ میں سندھی قوم کے بھی پہلے شہید ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے دَورِ خلافت میں پاکستان میں ہونے والے آخری جلسہ سالانہ کے موقع پر کہے جانے والے اپنے منظوم کلام میں دشمن احمدیت کو متنبّہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

خوں شہیدانِ امّت کا اے کم نظر، رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے پھول پھل لائے گی، پھول پھل جائے گی

تاہم دشمن نے ہمیشہ کی طرح احمدیت کی انقلابی ترقیات سے خائف ہو کر احمدیوں کے خلاف دشنام ترازی اور ظلم و تشدّد کی لہر کو مزید تیز کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک بھی بعض شہادتیں ہوئیں۔ خلافت رابعہ کے دَور میں 79/احمدیوں کو اپنی جان خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ محترم ڈاکٹر مظفر احمد صاحب کو ڈیٹرائٹ (امریکہ) میں ۸/اگست ۱۹۸۳ء کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ آپ امریکہ کی سرزمین پر پہلے احمدی شہید ہیں۔ پھر 10/اگست 1985ء کو محترم قریشی محمد اسلم صاحب مربی سلسلہ کو ٹرینیڈاڈ (جنوبی امریکہ) میں شہید کر دیا گیا۔ جبکہ حضورؒ کے دورِ خلافت کے آغاز سے جولائی 1986ء تک شہداء کی تعداد سولہ ہو چکی تھی۔ جولائی 1986ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ میں حضورؒ کی رقم فرمودہ جو نظم پڑھی گئی، وہ بھی شہداء کے ذکر سے معنون تھی۔ اس نظم میں دو اشعار یوں تھے:

عشّاق ترے جن کا قدم تھا قدمِ صدق
جاں دے دی نبھاتے ہوئے پیمان وفا کے
چھت اُڑ گئی سایہ نہ رہا کتنے سروں پر
ارمانوں کے دن جاتے رہے پیٹھ دکھا کے

بہرحال سرکاری سرپرستی میں احمدیت کو مٹانے کا جھوٹا عزم لے کر میدان میں اُترنے والوں نے ظلم و تعدّی کا بازار گرم کئے رکھا اور حضورؒ کے دورِ خلافت میں پاکستان کے قریباً تمام علاقوں میں احمدیوں پر انفرادی حملوں اور شہادتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن چک سکندر ضلع گجرات میں ۱۶/جولائی ۱۹۸۹ء کو احمدیوں کے مکانوں پر اجتماعی حملہ کے نتیجہ میں تین احمدیوں محترم نذیر احمد صاحب ساقی، محترم رفیق احمد صاحب ثاقب اور عزیزہ نبیلہ بنت مکرم مشتاق احمد صاحب کو شہادت نصیب ہوئی۔ یہ سال جماعت احمدیہ کا صد سالہ جوبلی جشن تشکّر کا سال تھا۔ اسی سال بعض دیگر احمدیوں کے علاوہ مکرم ڈاکٹر عبدالقدیر جدران صاحب کو ۲/اگست ۱۹۸۹ء کو قاضی احمد ضلع نوابشاہ میں ان کے کلینک میں شہید کر دیا گیا جبکہ آپ کے بڑے بھائی مکرم ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب کو بھی چند ہفتے بعد ۲۸/ستمبر ۱۹۸۹ء کو فائر کر کے شہید کر دیا گیا۔ اس سال جلسہ سالانہ امریکہ کے موقع پر حضورؒ کی جو طویل نظم پڑھی گئی، اُس کا عنوان تھا: "وفا کا امتحان"۔ بائیس اشعار پر مشتمل اس نظم میں شہدائے احمدیت کے حوالہ سے حضورؒ نے نہایت درد بھرے جذبات کا اظہار کیا تھا اور مختلف شہروں کے حوالہ سے شہداء کے ساتھ محبت کے اپنے دلی جذبات کا اظہار فرمایا تھا۔ اس نظم سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

تری راہوں میں کیا کیا ابتلا روزانہ آتا ہے
وفا کا امتحاں لینا تجھے کیا کیا نہ آتا ہے
جہاں اہل جفا، اہل وفا پر وار کرتے ہیں
سرِ دار اُن کو ہر منصور کو لٹکانا آتا ہے
بگولے بن کے اُڑ جانا روشِ غولِ بیاباں کی
ہمیں آبِ بقا پی کر امَر ہو جانا آتا ہے

اگرچہ خلافت رابعہ میں زیادہ تر شہادتیں اندرون سندھ (پاکستان) میں ہوئیں تاہم پنجاب اور سرحد میں بھی بعض احمدیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ بیرون پاکستان ہونے والی شہادتوں میں سے ایک ۳۰/جون ۱۹۹۰ء کو بھارت میں ہوئی جب محترم مبشر احمد صاحب کو تیماپور، (کرناٹک) میں شہید کیا گیا۔

احمدی شہداء میں سے اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ اور خدمت خلق کے میدان میں نہایت قابل قدر وجود تھے۔ ایک بڑی تعداد طب، تعلیم اور دوسرے معزز پیشوں سے تعلق رکھنے والوں کی تھی۔ اسی طرح کا ایک قومی سرمایہ کی حیثیت رکھنے والی ذات محترم پروفیسر ڈاکٹر نسیم بابر صاحب کی تھی جنہیں اسلام آباد (پاکستان) میں ۱۰/اکتوبر ۹۴ء کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ ان کی شہادت پر پاکستان میں متعین جرمن سفیر کے علاوہ ممتاز علمی شخصیات نیز قومی اخبارات نے بھی مذہبی تعصب کے نتیجہ میں ہونے والے اس قومی نقصان پر شدید افسوس کا اظہار کیا۔

احمدیت کی دوسری صدی کے شہداء میں مکرم دلشاد حسین کھچی صاحب کو لاڑکانہ (سندھ) میں ۳۱/اکتوبر ۱۹۹۴ء کو شہید کر دیا گیا۔ آپ نے چند ماہ قبل جولائی میں قبول احمدیت کی توفیق پائی تھی۔ مکرم چودھری ریاض احمد صاحب کو شب قدر (مردان) میں ۹/اپریل ۱۹۹۵ء کو نہایت ظالمانہ طور پر سنگسار کر کے شہید کر دیا گیا۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کو ڈھونیکے (ضلع گوجرانوالہ) میں ۲۶ و ۲۷/اکتوبر ۹۷ء کی درمیانی رات اغواء کر کے بڑی بیدردی سے شہید کر دیا گیا۔

محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ عمر سلیم بٹ صاحب آف چونڈہ، سیالکوٹ کو تبلیغ کے جرم میں ۲/مئی ۱۹۹۹ء کی صبح چھریوں کے پے در پے وار کر کے شدید زخمی کر دیا گیا اور ۹/مئی ۱۹۹۹ء کو آپ کی وفات ہو گئی۔

۱۴/اپریل ۱۹۹۹ء کو محترم مرزا غلام قادر صاحب کو ربوہ سے اغوا کرنے کے بعد چنیوٹ کے قریب شہید کر دیا گیا۔ اُن کی شہادت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح

الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ عزیزم غلام قادر کی شہادت سے قوم نے واقعۃً غیر معمولی طور پر زندگی پائی ہے۔ یہ ایک غیر معمولی شہادت ہے۔ سب سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان کا تعلق حضرت مسیح موعودؑ کی براہ راست ذریت کی تیسری نسل سے ہے۔ خاندانِ مسیح موعودؑ کے بزرگوں کے خون کا ایک شہید کی رگوں میں اکٹھا ہونا ایک غیر معمولی واقعہ ہے جو میرے نزدیک خاص تقدیر الٰہی کے تابع ہوا ہے۔

حضورؒ نے یہ بھی فرمایا کہ شہید کے تعلیمی کوائف ان کی ذہنی اور علمی عظمت کو ہمیشہ خراج تحسین پیش کرتے رہیں گے لیکن اصل خراج تحسین تو ان کی وقف کی روح ہے جو ہمیشہ ان کو زندہ رکھے گی۔ ربوہ میں کمپیوٹر کے شعبہ کا آغاز کرنے اور اسے جدید ترین ترقی یافتہ خطوط پر ڈھالنے کی ان کو توفیق ملی۔ نہایت محنتی، خاموش طبع اور دلنواز شخصیت کے مالک تھے۔ ۲۱ رجنوری ۱۹۶۲ء کو پیدا ہوئے تھے گویا شہادت کے وقت عمر ۳۷ سال تھی اور اب یہ عمر لازوال ہو چکی ہے۔

حضورؒ نے مزید فرمایا کہ اس شہادت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک بہت ہی ہولناک ملک گیر فتنہ کے احتمال سے بچالیا۔ یہ گہری اور کمینی سازش تھی۔ ان کا اغوا لشکر جھنگوی کے چار اشتہاری بدمعاشوں نے کیا تھا جن کا سرغنہ ایک بدنام زمانہ مولوی تھا۔ عزیزم غلام قادر کو سمجھ آگئی کہ یہ بہت خطرناک سازش ہے چنانچہ اس نے اپنی تکلیف کی بالکل پروا نہیں کی۔ اس کا گلا گھونٹنے کی اور خنجر مارنے کی کوشش کی گئی لیکن سارے مصائب برداشت کرتے ہوئے وہ ان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور یہ پسند کیا کہ سڑک پر اس کا خون بہہ جائے تاکہ جماعت اس سازش کے بداثرات سے محفوظ رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قیامت تک شہید کے خون کا ہر قطرہ آسمان احمدیت پر ستاروں کی طرح جگمگاتا رہے گا۔ مجھے اس بچے سے بہت محبت تھی۔ میں جانتا تھا کہ کیا چیز ہے، اس وجہ سے میں بہت ہی پیار کرتا تھا گویا یہ میری آنکھوں کا بھی تارا تھا۔ آج تک ناز اور غم کے جذبات نے مل کر میرے دل پر ایسی یلغار نہیں کی جیسے قادر شہید کی شہادت نے کی ہے۔ پس میں قادر شہید کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ اے شہید تو ہمیشہ زندہ رہے گا اور ہم سب ایک دن آکر تجھ سے ملنے والے ہیں۔ زندہ باد، غلام قادر شہید، پائندہ باد۔

محترم مرزا غلام قادر صاحب کی شہادت کے بعد (خلافت رابعہ کے دور میں) اگرچہ مختلف مقامات پر احمدی انفرادی طور پر جان کے نذرانے پیش کرتے رہے لیکن احمدیوں کی اجتماعی شہادتوں کے حوالے سے تین دردناک واقعات بھی رونما ہوئے۔ بدقسمتی سے تینوں واقعات میں اُن معصوم احمدیوں کو نشانہ بنایا گیا جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے مسجد میں جمع تھے۔

پہلا واقعہ 8 راکتوبر 1999ء کو بنگلہ دیش کے شہر کھلنا میں پیش آیا جب نماز جمعہ کے دوران ایک بم دھماکے کے نتیجہ میں سات احمدیوں نے جام شہادت نوش کیا جبکہ بڑی تعداد میں احمدی زخمی بھی ہوئے۔ شہادت کا اعزاز پانے والوں میں محترم نور الدین احمد صاحب، محترم محمد جہانگیر حسین صاحب، محترم محمد اکبر حسین صاحب (آپ نے ساڑھے تین سال قبل اپنے اہل خانہ کے ہمراہ احمدیت قبول کی تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے شہادت سے متعلق خطبات سننے کے بعد آپ نے حضورؒ کی خدمت میں لکھا تھا کہ حضور دعا کریں مجھے بھی خدا کی راہ میں قربانی کا شرف حاصل ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ پرخلوص تمنا پوری کردی)، محترم سبحان موڑل صاحب، محترم محمد محب اللہ صاحب، محترم ڈاکٹر عبدالماجد صاحب اور محترم ممتاز الدین صاحب (مسجد کے مؤذن اور خادم) شامل تھے۔ جبکہ محترم امداد الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ بھی شدید زخمی ہوئے۔

دیگر دو المناک واقعات 2000ء میں پاکستان میں ہوئے۔ پہلا واقعہ 30 راکتوبر کو گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ میں اُس وقت ہوا جب مسجد میں نماز فجر کی ادائیگی میں مصروف احمدیوں پر سفاک دشمن نے اندھا دھند فائرنگ کردی۔ اس سانحہ کے نتیجہ میں پانچ افراد شہید اور متعدد زخمی ہوگئے۔ شہداء میں محترم افتخار احمد صاحب، محترم عطاء اللہ صاحب، محترم غلام محمد صاحب، محترم عباس علی صاحب اور عزیزم شہزاد احمد (عمر 16 سال) شامل تھے۔

بہیمانہ ظلم کے اس واقعے کو ابھی دس روز گزرے تھے کہ 10 رنومبر کو ضلع سرگودھا کے قصبے تخت ہزارہ میں احمدیہ مسجد پر حملہ کردیا گیا جس کے نتیجے میں مسجد کی حفاظت کرتے ہوئے پانچ احمدیوں نے جام شہادت نوش کیا جبکہ بہت سے افراد زخمی ہوئے۔ خون کا نذرانہ پیش کرنے والوں میں محترم ماسٹر ناصر احمد صاحب، محترم نذیر احمد صاحب رائے پوری اور آپ کے فرزند محترم عارف محمود صاحب، محترم مدثر احمد صاحب اور عزیزم مبارک احمد (عمر 15 سال) شامل تھے۔

اس کے بعد بھی پاکستان کے مختلف علاقوں میں شہادتوں کا سلسلہ جاری رہا اور معصوم احمدی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے ایک زندہ جماعت ہونے کا ثبوت پیش کرتے رہے۔

چند انفرادی واقعات میں محترم مولانا عبدالرحیم صاحب نے لدھیانہ (بھارت) میں 15 راپریل 2000ء کو اور محترم پاپو حسن صاحب نے انڈونیشیا میں 22 رجون 2001ء کو اپنی جان کی قربانی پیش کی۔ محترم میاں اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ راجن پور خلافت رابعہ کے آخری شہید تھے جنہوں نے 25 رفروری 2003ء کو نذرانہ شہادت پیش کیا۔

خلافت خامسہ کے دَور میں دشمن کو ایک بار پھر اپنی ناکامی اور احمدیت کی فتوحات کے نئے دَور کا اندازہ ہوا تو اُس نے پاکستان کے علاوہ بنگلہ دیش، انڈونیشیا اور بعض دیگر ممالک میں احمدیوں کے خلاف ظالمانہ حملوں میں شدّت پیدا کردی۔ اسی حوالہ سے ایک المناک سانحہ 7 راکتوبر 2005ء کو مونگ ضلع منڈی بہاؤالدین میں رونما ہوا۔ جب ۲ ررمضان المبارک کو احمدیہ مسجد میں نماز فجر ادا کرتے ہوئے احمدیوں پر دہشت گردوں کی فائرنگ کے نتیجہ میں 8 احمدی شہید اور 16 زخمی ہوئے۔ شہداء میں محترم احمد وحید صاحب، محترم راجہ لہراسپ خان صاحب، محترم راجہ الطاف محمود صاحب، محترم محمد اسلم گلّہ صاحب اور اُن کے پندرہ سالہ بیٹے عزیزم یاسر احمد گلّہ صاحب (واقف نو)، محترم راجہ محمد اشرف صاحب اور اُن کے بیٹے محترم عابد محمود صاحب اور محترم راجہ عبدالمجید صاحب شامل تھے۔

ہم نے عبادتوں کے قرینے سکھادیئے
تازہ لہو سے صحنِ معابد سجا دیئے
قربانیوں کے دَور میں ثابت قدم رہے
صبر و رضا سے ظلم کے چھکے چھڑا دیئے

راہ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں

(مرتّبہ: محمد اسحٰق ناصر)

7۔اکتوبر 2005ء (بروز جمعۃ المبارک بمطابق 2رمضان 1426ھ) کی صبح پاکستان میں ضلع منڈی بہاؤالدین کے ایک گاؤں ''مونگ'' میں معصوم احمدیوں کے خون سے جب ہولی کھیلی گئی تو اُسی روز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ کے آخر پر اس افسوسناک واقعہ کا ذکر بھی فرمایا۔ (خطبہ جمعہ کا اقتباس صفحہ ۲ پر دیا جا چکا ہے)۔

اس نہایت ہی بہیمانہ واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ جماعت احمدیہ مونگ کے احباب پر، احمدیہ مسجد میں نمازِ فجر باجماعت ادا کرنے کے دوران، بعض نامعلوم دہشت گردوں نے اندھا دُھند فائرنگ کر دی۔ جس کے نتیجہ میں دو احباب موقع پر ہی شہید ہوگئے اور مزید چھ احباب زخموں کی تاب نہ لاکر ہسپتال میں جام شہادت نوش کر گئے۔ اس کے علاوہ سولہ احباب شدید زخمی ہوئے جنہیں لاہور، کھاریاں اور منڈی بہاؤالدین کے ہسپتالوں میں علاج کے لئے بھجوایا گیا۔

اس موقع پر علاقہ کے غیراز جماعت دوستوں نے زخمیوں کی دیکھ بھال، خون کی فراہمی اور دیگر ضروریات کے لئے اپنے آپ کو پیش کر کے اس بات کا ثبوت دیا کہ یہ ظلم صرف احمدیوں پر ہی نہیں بلکہ سارے گاؤں پر کیا گیا ہے۔ اس انسانیت سوز واقعہ پر ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل غمگین نظر آیا۔ سول ہسپتال منڈی بہاؤالدین کے عملہ نے بھی کمال تندہی سے اپنے فرائض ادا کئے اور زخمی احباب کی جانیں بچانے کے لئے انتھک محنت اور کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِ عظیم عطا کرے۔

اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی مرکز ربوہ سے ایک وفد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ و امیر مقامی کی قیادت میں مونگ پہنچا۔ اسی روز یعنی ۷/اکتوبر کو بعد از نمازِ عصر محترم ناظر اعلیٰ صاحب نے شہداء کی اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں مختلف شہروں سے تشریف لانے والے تیرہ سو سے زائد احباب شامل ہوئے۔

ظلم اور بربریت سے بھرپور اس سانحہ کی مذمت ہر مکتبہ فکر کی طرف سے کی گئی اور تعزیت اور عیادت کے لئے ہر طبقہ کے افراد کثیر تعداد میں مونگ پہنچے۔ سیاستدانوں کی طرف سے بھی اس واقعہ کی مذمت کی گئی اور میڈیا میں اس سانحہ کو نمایاں کوریج دی گئی، متعدد انٹرنیشنل ٹی وی سٹیشنز نے یہ خبر نشر کرنے کے علاوہ اس کی بھرپور مذمت بھی کی۔ اخبارات نے اداریوں میں اس سفاکیت کی مذمت کی۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 22/اکتوبر میں ''خوش نصیبوں کا کردار'' کے عنوان سے جو مضمون شامل اشاعت ہے، اُس کی تلخیص ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔

محترم احمد وحید صاحب

محترم احمد وحید صاحب ابن محترم محمد وحید صاحب کی عمر چوبیس سال تھی۔ آپ L.L.B کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ روزہ رکھ کر نمازِ فجر کے لئے مسجد گئے۔ پہلی صف میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سینہ میں گولیاں لگیں۔ ہسپتال پہنچایا گیا لیکن حالت کافی نازک تھی۔ دل کے بہت قریب گولی لگی تھی، ہسپتال پہنچ کر زخمی باپ کی آنکھوں کے سامنے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ آپ بچپن سے ہی نمازوں کے پابند تھے، کبھی لڑائی نہ کرتے تھے۔ گالی گلوچ کی بھی عادت نہ تھی۔ ماں باپ کے فرمانبردار تھے۔ جماعتی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ جماعت احمدیہ مونگ کے سیکریٹری تعلیم تھے اور خدام الاحمدیہ کے کاموں میں بھی سرگرم رہتے تھے۔ آپ کا جذبہ ایثار بہت نمایاں تھا۔ جب آپ شدید زخمی تھے تو ایک عورت پانی پلانے کیلئے آئی تو آپ نے ایک اَور زخمی کی طرف اشارہ کیا کہ وہ زیادہ ضرورتمند لگتا ہے اس کو پہلے پانی دیدیں۔ یہ وہ ولولہ ہے جو زندہ قوموں کا شعار ہوتا ہے۔

ان کی والدہ کہتی ہیں کہ گاؤں کے ایک احمدی بزرگ میاں امام الدین صاحب مرحوم نے ایک دن ان کو کہا کہ میں نے خواب دیکھی ہے کہ احمد وحید درخت کے پاس شیر کے اوپر بیٹھا ہے۔ میرا اس سے یہی خیال ہے کہ وہ ایک دن بہت بڑا آدمی بنے گا۔ آج میرا بیٹا بہت بڑا رتبہ پا گیا ہے۔

ان کے والد نے کہا کہ میں اکثر اس کی لمبی عمر کے لئے دعا کرتا تھا۔ مگر خدا کو جو منظور تھا وہ ہوگیا۔ وہ ایک بہت بڑا مقام پا گیا۔ مجھے اس پر فخر ہے۔

محترم راجہ لہراسپ خان صاحب

ان کی عمر 26 برس تھی۔ والد کا نام راجہ محمد ظفر اقبال صاحب ہے۔ محنت مزدوری کرتے تھے۔ دو بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا وقف نو کی تحریک میں شامل ہے۔ اپنے اور غیر سب یہی کہتے ہیں کہ نہایت شریف النفس آدمی تھے۔ پانچ وقت کے نمازی تھے۔ صدر صاحب کا کہنا کہ بڑی باقاعدگی سے مسجد کی صفائی کیا کرتے تھے۔

والدہ صاحبہ کا بیان ہے کہ خود محنت مزدوری کرتا تھا لیکن گھر آتا تو مجھے کہتا کہ آپکی خدمت کرنی ہے۔ جب میں کہتی کہ تو تھکا ہوا ہے تو پھر بھی دبانے وغیرہ میں لگ جاتا۔ بہت نیک اور فرمانبردار بچہ تھا۔ لوگوں کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اگر کوئی ضرورتمند آتا تو اسے اپنی طاقت کے مطابق ضرور دیتا۔ ایک دفعہ کوئی سالن لینے آیا تو گھر میں صرف لہراسپ کے لئے سالن پڑا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ نہیں ہے۔ اتنے میں لہراسپ گھر آ گیا اور مجھے کہا کہ سالن انہیں دیدیں، میں چٹنی سے کھالوں گا۔

والد صاحب نے بتایا کہ لوگوں کی خدمت میں ہر وقت لگا رہتا تھا۔ فائرنگ کے بعد میں بھی زخمیوں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ جب لہراسپ کا خیال آیا تو میں سمجھا کہ وہ بھی یقیناً زخمیوں کی خدمت میں لگا ہوگا۔ مجھے علم نہ ہوا کہ وہ خود شدید زخمی ہے ورنہ میں بھی اس سے مل لیتا۔ قائد صاحب ضلع نے بتایا کہ اس کے پیٹ میں گولیاں لگی تھیں۔ کافی تکلیف دہ صورت حال تھی مگر پھر بھی مسکرا رہا تھا۔ جب اپریشن تھیٹر میں لے کر گئے ہیں اس وقت بھی حوصلہ سے بات چیت کر رہا تھا۔ لیکن اپریشن تھیٹر میں ہی راہی ملک عدم ہوا۔

انکی بیوہ نے بتایا کہ ان کا سلوک میرے ساتھ بہت اچھا تھا بلکہ سب کے

ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ خدا کرے کہ میں ان بچوں کی اچھی تربیت کرسکوں۔ خوش قسمت ہے خدا کی راہ میں قربان ہوگیا۔ مجھے ان پر فخر ہے۔

ایک بھائی نے بتایا کہ ہمارے ساتھ بھی بہت اچھا سلوک کرتا تھا اگر کوئی غلط بات بھی کہہ دیتا تو ہمیشہ صبر کرتا اور غصہ سے سختی کا جواب سختی سے نہ دیتا۔

ان کے سسر مبشر احمد صاحب نے بتایا کہ تہجد گزار تھا۔ جب بھی ہمیں ملنے آیا تہجد ضرور پڑھتا تھا۔ خدام کے ضلعی اجتماع میں سارا سال سب نمازیں ادا کرنے پر انعام بھی ان کو دیا گیا۔ کوئی بھی مرکزی مہمان آتا تو اس کے ساتھ رہتا اور جو خدمت ہوسکتی ضرور کرتا۔

بہت مہمان نواز تھے۔ جماعت میں سیکریٹری نومبائعین کے طور پر خدمات بجا لا رہے تھے جبکہ خدام الاحمدیہ میں ناظم وقار عمل کے عہدہ پر فائز تھے۔

محترم راجہ الطاف محمود صاحب

راجہ الطاف محمود صاحب ولد راجہ احمد خان مرحوم کی عمر ۵۰ سال تھی۔ زمینداری کرتے تھے۔ انکی دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ والدہ بھی حیات ہیں۔ آپ کے سینہ میں گولی لگی اور موقع پر ہی راہ مولا میں قربان ہوگئے۔ نمازوں کے پابند اور بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ گاؤں کے سبھی لوگ ان کی تعریف کرتے تھے۔ انکی بہن، بیوی اور بہنوئی نے کہا کہ یہ ہم سے بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ ہمیں انکی وفات کا دکھ اور صدمہ تو ہے لیکن وہ خود بہت بڑا رتبہ پا گئے ہیں۔

انکی والدہ محترمہ عزیزہ بیگم صاحبہ نے بہت حوصلہ دکھایا۔ عورتوں کو رونے سے منع کرتیں اور کہتیں کہ میرا بیٹا خدا کی راہ میں شہید ہوا ہے۔ اس کے لئے رونا نہیں۔ صرف درود شریف پڑھو۔ گھر کی عورتوں نے جو صبر و استقامت کا نمونہ دکھایا اس پر گاؤں کے لوگ بھی حیران ہوئے۔

محترم محمد اسلم گلہ صاحب

محمد اسلم گلہ صاحب ولد خوشی محمد گلہ صاحب کی عمر ستر سال تھی۔ نمازوں کے پابند اور جماعت کے فعال کارکن تھے۔ 1992ء میں ان کے خلاف تبلیغ کرنے کا مقدمہ بنا تو یہ اسیر راہِ مولیٰ بھی رہے۔ انکے پیٹ اور سینہ میں گولیاں لگیں اور موقع پر ہی راہِ مولیٰ میں قربان ہوگئے۔ حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ مزدور کو مزدوری پسینہ خشک ہونے سے قبل دیتے۔ ان کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ ان کا ایک بیٹا یاسر احمد بھی اسی سانحہ میں راہِ مولیٰ میں قربان ہوگیا۔ سب عزیز و اقارب دکھی تھے مگر ہمیشہ کی زندگی پانے پر فخر بھی محسوس کر رہے تھے۔ اہلیہ بھی پسماندگان میں ہے۔

عزیزم یاسر احمد گلہ صاحب

یاسر احمد گلہ صاحب ولد محمد اسلم گلہ صاحب عمر پندرہ سال وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل تھا۔ اس چھوٹی عمر میں ہی پانچ وقت کی نمازوں کا پابند تھا۔ بہت فرمانبردار نیک ہنس مکھ اور اچھی عادات والا بچہ تھا۔ خادمانہ رنگ میں ہر ایک کے ساتھ اچھا تعلق رکھتا تھا۔ گھر اور باہر دوستوں میں بھی مقبول تھا۔ بہت محنتی اور ہونہار تھا۔ میٹرک کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ لینے کا ارادہ تھا اور مربی سلسلہ بن کر جماعت کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔ ابھی میٹرک کا طالب علم تھا۔ جماعتی کام بہت شوق سے کیا کرتا تھا۔ ہسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں شہید ہوگیا۔

محترم راجہ محمد اشرف صاحب

راجہ محمد اشرف صاحب ولد راجہ اللہ دتہ صاحب عمر 68 سال زمینداری کرتے تھے۔ انکے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، سب شادی شدہ ہیں۔ ایک بیٹا راجہ عابد محمود صاحب بھی اسی سانحہ میں راہ مولا میں قربان ہوگئے۔ ان کے پیٹ اور کمر میں گولیاں لگیں۔ ایک عینی شاہد محمد وحید صاحب (جو کہ خود زخمی ہوئے اور ان کا بیٹا شہید ہوا) نے کہا کہ جب یہ اپنا صافہ اپنے پیٹ باندھنے کی کوشش کر رہے تھے تو میں مدد کے لئے آگے بڑھا تو انہوں نے بڑے حوصلہ سے کہا کہ میں خود کو سنبھال لوں گا دوسروں کو دیکھو۔ پنجوقتہ نمازوں کے پابند تھے جماعتی کاموں میں فعال تھے، بہت اچھی طبیعت والے تھے۔ دو بیٹے زخمی ہوئے۔ انکے بیٹے رؤف نے کہا کہ یہ ہمیں رونے سے منع کر رہے تھے۔ ہسپتال میں وفات ہوئی۔

محترم راجہ عابد محمود صاحب

راجہ عابد محمود صاحب ولد راجہ محمد اشرف صاحب عمر تیس سال، ساؤتھ افریقہ میں رہتے تھے۔ قائد خدام الاحمدیہ مونگ رہ چکے تھے۔ ڈیڑھ سال قبل آئے تھے اور شادی ہوئی تھی۔ اسی سال بچی کی پیدائش کے بعد پہلی دفعہ آئے تھے۔ 3 اکتوبر کو پہنچے 7 اکتوبر کو یہ واقعہ ہوا۔ شدید زخمی ہوئے اور ہسپتال پہنچ کر راہ مولا میں قربان ہوگئے۔ بہت نیک شریف آدمی تھے اور خاموش طبع انسان تھے۔ کسی سے کوئی عداوت نہ تھی۔ پنجوقتہ نمازوں کے عادی تھے۔ انکے خسر ارشاد احمد صاحب نے کہا بہت اچھی طبیعت تھی، انتہائی مخلص فرمانبردار اور ہنس مکھ تھے۔ خدا نے بہت بڑا رتبہ دیا ہے۔ یہ اس رتبہ کے لائق تھے۔ ان کو بہت بڑا انعام ملا ہے۔ ہمارے لئے آزمائش ہے۔ خدا ہم سب کو صبر عطا کرے۔

محترم راجہ عبدالمجید صاحب

راجہ عبدالمجید صاحب ولد راجہ محمد خان صاحب عمر ۳۵ سال زمینداری کرتے تھے۔ انتہائی شریف النفس مشہور تھے۔ گاؤں میں کبھی کسی سے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ کسی کو بھی ان سے کوئی گلہ نہ تھا۔ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ مگر نمازوں کا خیال رکھتے تھے اور باقاعدہ نمازی تھے۔ جماعتی کاموں میں آگے آگے ہوتے تھے۔ مقامی جماعت کے سیکریٹری امور عامہ تھے۔ انکی والدہ حیات ہیں۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔ ایک بیٹا عدنان احمد زخمی ہوا۔ انکی اہلیہ نے بھی صبر و استقامت کی عمدہ مثال قائم کی۔ آپ اس واقعہ کے بعد بھی گھر کے کام کاج میں مصروف رہیں حالانکہ خاوند شہید ہوا اور بیٹا زخمی ہوا۔ دوسروں کو بھی رونے سے منع کرتی تھیں کہ وہ تو ہمیشہ کے لئے زندہ ہوگئے۔

اس موقع پر مجلس انصار اللہ برطانیہ اپنے بھائیوں کے دکھ میں برابر کی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام شہداء کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور زخمیوں کو جلد صحتِ کاملہ و عاجلہ سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور ہر آن ان سب کا حافظ و ناصر ہو۔

والدین کے حقوق اور تربیت اولاد

(قرآن مجید، احادیث اور اقوال حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں)

(قریشی داؤد احمد ساجد)

(دوسری اور آخری قسط)

آنحضور ﷺ نے امت مسلمہ کو مختلف واقعات اور مثالوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے لطف واحسان کی اداؤں سے آگاہ فرمایا۔ اس قسم کا ایک واقعہ آپؐ نے بیان فرمایا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب بھی کوئی مصیبت زدہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے وفاداری سے جھک جاتا ہے تو اسی وقت اللہ تعالیٰ اسے مصیبت سے نجات دینے کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا تین اشخاص ایک سفر پر روانہ ہوئے راستہ میں انہیں شدید طوفان اور بادو باراں نے آلیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ اچانک ایک چٹان غار کے دہانے پر گری اور باہر نکلنے کا راستہ مسدود ہو گیا۔ تب انہوں نے مشورہ کیا کہ ہمیں اپنی اپنی کوئی نیکی یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کے واسطہ سے دعا کرنی چاہئے۔

چنانچہ پہلے شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میں بکریاں چرانے جنگل میں جایا کرتا تھا۔ اور واپس آکر بکریوں کا دودھ دوھ کر سب سے پہلے اپنے والدین، پھر بچوں اور پھر جورو اور دیگر اہل خانہ کو دیتا تھا۔ ایک رات ایسا واقعہ ہوا کہ میں دیر سے گھر لوٹا جب تک دودھ دوھ کر فارغ ہوا تو میرے والدین سو چکے تھے۔ لیکن میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ میں والدین کو جگاؤں حالانکہ میرے بچے بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے۔ پھر صبح نکلنے تک میرا ان کا یہی معاملہ رہا۔ یا اللہ تو اگر جانتا ہے کہ میں نے یہ کام خالص تیری رضامندی کے لئے کیا تو کسی قدر اس پتھر کو ہٹا دے جس میں سے ہم آسمان کو دیکھیں۔ پھر وہ پتھر ذرا سا ہٹ گیا۔ اس طرح باقی دو ساتھیوں نے بھی اپنے اپنے واقعات بیان کئے اور وہ پتھر غار کے دہانے سے ہٹ گیا۔ (بخاری کتاب البیوع)

آنحضور ﷺ نے اس واقعہ کا آغاز والدین کی خدمت کرنے والے شخص سے کر کے اس حقیقت کو ہمارے سامنے شمس النہار کی طرح واضح کر دیا ہے کہ والدین کی خدمت کا اجر کتنا عظیم ہے۔

والدین کی خدمت کی توفیق پانا یہ بھی ایک علیحدہ باب ہے کیونکہ ہر ایک کو نہ یہ موقع میسر آتا ہے۔ اور بعض اوقات موقع میسر آجائے تو توفیق نہیں ملتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک عظیم الشان طریق بتایا کہ اگر کسی بھی وجہ سے تم اس خدمت سے محروم رہو تو کم از کم اپنے والدین کے لئے دعا ضرور کرو۔ چنانچہ ایک مسلمان بچہ پانچ چھ سال کی عمر میں نماز سیکھتا ہے اور اسے شعور بھی نہیں ہوتا۔ اس وقت اسے ایک عظیم الشان دعا سکھا دی۔ یعنی اے ہمارے ربّ! جس دن حساب ہونے لگے اس دن مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو بخش دیجیو!۔ (سورۃ ابراہیم آیت 42)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ابن آدم جب وفات پا جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے دوسرے فائدہ اٹھائیں (3) نیک اور صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔ (صحیح مسلم)۔

الغرض آنحضرت ﷺ کا امت پر یہ عظیم الشان احسان ہے کہ آپؐ نے زندگی کے ہر موڑ پر زرّیں نصائح کے ذریعہ بنی نوع انسان کی راہنمائی فرمائی ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات، تقاریر اور مختلف مجالس میں اس اہم مضمون پر بڑے حسین پیرایہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ ایک دوست نے خط کے ذریعہ اس امر کا استفسار کیا کہ میری والدہ میری بیوی سے ناراض ہے اور مجھے طلاق کے واسطے حکم دیتی ہے مگر مجھے میری بیوی سے کوئی رنجش نہیں۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟۔ فرمایا کہ والدہ کا حق بہت بڑا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہے۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہئے کہ آیا اس ناراضگی کی تہہ میں کوئی اَور بات تو نہیں ہے جو خدا کے حکم کے بموجب والدہ کی ایسی اطاعت سے بری الذمہ کرتی ہو مثلاً اگر والدہ اس سے کسی دینی وجہ سے ناراض ہو یا نماز روزہ کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرتی ہو تو اس کا حکم ماننے اور اطاعت کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی ایسا مشروع امر ممنوع نہیں ہے تو وہ خود واجب الطلاق ہے۔ اصل میں بعض عورتیں محض شرارت کی وجہ سے ساس کو دکھ دیتی ہیں، گالیاں دیتی ہیں، ستاتی ہیں، بات بات میں اس کو تنگ کرتی ہیں۔ والدہ کی ناراضگی بیٹے کی بیوی پر بے وجہ نہیں ہوا کرتی۔ سب سے زیادہ خواہشمند بیٹے کے گھر کی آبادی کی والدہ ہوتی ہے۔ اور اس معاملہ میں ماں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ بڑے شوق سے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے خدا خدا کر کے بیٹے کی شادی کرتی ہے تو بھلا اس سے ایسی امید وہم میں بھی آسکتی ہے کہ وہ بے جا طور سے اپنے بیٹے کی بہو سے لڑے جھگڑے اور خانہ بربادی چاہے۔ ایسے لڑائی جھگڑوں میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ والدہ ہی حق بجانب ہوتی ہے۔ ایسے بیٹے کی بھی نادانی اور حماقت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ والدہ تو ناراض ہے مگر میں ناراض نہیں ہوں۔ جب اس کی والدہ ناراض ہے تو وہ کیوں ایسی بے ادبی کے الفاظ بولتا ہے کہ میں ناراض نہیں ہوں۔ یہ کوئی سوکنوں کا معاملہ تو ہے نہیں، والدہ اور بیوی کے معاملہ میں اگر کوئی دینی وجہ نہیں تو پھر کیوں یہ ایسی بے ادبی کرتا ہے۔ اگر کوئی وجہ اور باعث اَور ہے تو فوراً اُسے دُور کرنا چاہئے۔ خرچ وغیرہ کے معاملہ میں اگر والدہ ناراض ہے اور یہ بیوی کے ہاتھ میں خرچ دیتا ہے تو لازم ہے کہ ماں کے ذریعہ سے خرچ کرادے اور کل انتظام والدہ کے ہاتھ میں دے۔ والدہ کو بیوی کا محتاج اور دست نگر نہ کرے۔ بعض عورتیں اوپر سے نرم معلوم ہوتی ہیں مگر اندر ہی اندر وہ بڑی نیش زنیاں کرتی ہیں۔ پس سبب کو دُور کرنا چاہئے اور جو وجہ ناراضگی ہے اس کو ہٹا دینا چاہئے اور والدہ کو خوش کرنا چاہئے۔ دیکھو شیر اور بھیڑیئے اور درندے بھی تو ہلانے سے ہل جاتے ہیں اور بے ضرر ہو جاتے ہیں۔ دشمن سے بھی دوستی ہوتی ہے اگر صلح کی جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ والدہ کو ناراض رکھا جاوے۔ (ملفوظات جلد دہم صفحہ 192-193)

اسی طرح 25 فروری 1908ء کو قبل نماز عصر ایک شخص نے سوال کیا کہ یا حضرت والدین کی خدمت اور ان کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ نے انسان پر فرض کی ہے مگر میرے

والدین حضور کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کی وجہ سے مجھ سے سخت بیزار ہیں اور میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ جب میں حضور کی بیعت کے واسطے آنے کو تھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہم سے خط وکتابت بھی نہ کرنا اور ہم تمہاری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے اب میں فرض الٰہی کی تعمیل سے کس طرح سبکدوش ہوسکتا ہوں۔

فرمایا کہ قرآن شریف جہاں والدین کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کا حکم دیتا ہے وہاں یہ بھی فرماتا ہے کہ ربّکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانّه کان للاوّابین غفوراً (بنی اسرائیل رکوع3)۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم صالح ہوتو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی بعض ایسے مشکلات پیش آگئے تھے کہ دینی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی ان کے والدین سے نزاع ہوگئی تھی۔ بہرحال تم اپنی طرف سے ان کی خیریت اور خبرگیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو۔ جب کوئی موقع ملے اسے ہاتھ سے نہ دو۔ تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل کے رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مدنظر رکھو اور نیت کی صحت کا لحاظ رکھو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا نہیں پیش آیا۔ حضرت ابراہیم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ بہرحال خدا کا حق مقدم ہے پس خدا تعالیٰ کو مقدم کرو اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو اور صحتِ نیّت کا خیال رکھو۔ (ملفوظات جلد دہم صفحہ 131)

اس مضمون کا دوسرا اہم حصہ تربیت اولاد اور ان کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ آغاز مضمون میں اشارہ کیا گیا ہے کہ والدین اور بچوں کے حقوق و فرائض وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے ہیں بچوں کی تربیت اور ان کے حقوق کے ضمن میں جب ہم اسلامی تعلیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو حیرت انگیز طور پر یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ اسلام نے بچوں کی تربیت کے بارے میں بنی نوع انسان کی اس حد تک راہنمائی فرمائی ہے کہ دیگر مذاہب اس کے سامنے بالکل بے بس نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید کی اس دعا ہی کو لے لیں: اے میرے ربّ! مجھے اور میری اولاد میں سے ہر ایک کو عمدگی سے نماز ادا کرنے والا بنا۔ اے ہمارے ربّ (ہم پر فضل کر) اور میری دعا قبول فرما۔ (سورۃ ابراہیم)

ایک مسلمان بچہ جب پانچ چھ سال کی عمر میں نماز سیکھتا ہے تو اس وقت اسے یہ عظیم الشان دعا سکھادی کہ اے اللہ میری اولاد کو بھی عبادت گزار بنانا۔

حالانکہ اتنی چھوٹی عمر میں بچے کے تحت الشعور میں بھی اپنی آئندہ اولاد کا خیال نہیں ہوتا۔ لیکن اسلام نے طریق بتایا کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایک بچہ اپنی آئندہ نسل کی بہتری اور اس کے عبادت گزار ہونے کی دعا شروع کردے تاکہ یہ چیز اس کے ذہن میں ہمیشہ کے لئے راسخ ہوجائے۔ اس پر مستزاد آنحضور ﷺ کی وہ حدیث ہے جس میں آنحضورؐ نے میاں بیوی کو اپنی ازدواجی تعلقات کے وقت ایک دعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے: بِسمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبنَا الشَّیطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّیطَانَ مَارَزَقتَنَا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اے اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھ اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے، اُسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

میاں بیوی کے خلوت میں ملنے کا موقعہ بھی ایسا ہے کہ جب میاں بیوی کے دل میں اولاد کی خواہش تو ضرور ہوتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس موقع کے تعلقات سے انہیں ضرور اولاد عطاء ہوجائے۔ اس کے باوجود ہر متوقع موقع پر اپنی نئی نسل کے مسِ شیطان سے محفوظ رہنے کی دعا سکھادی۔

اسی طرح اسلامی معاشرہ میں قدیم سے یہ روایت چلی آتی ہے کہ حاملہ عورت کو نیک کام کرنے، اچھی اور پاکیزہ گفتگو کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اُس کے خاوند اور اقرباء کو اُسے خوش رکھنے اور اُس کا خیال رکھنے کا کہا جاتا ہے۔ نیز اُسے قرآن مجید کی تلاوت اور نمازوں کی ادائیگی اور ذکر الٰہی کی تلقین کی جاتی ہے۔

آج سائنس اِن باتوں کی صداقت کو پیش کررہی ہے کہ بیرونی ماحول بچے کو ماں کے پیٹ میں بھی متاثر کرتا ہے۔ چنانچہ جب ایک حاملہ عورت پریشان ہوتی ہے تو بچہ بھی خاموشی سے بغیر حرکت کئے پڑا رہتا ہے اور جب وہ خوش ہوتی ہے تو وہ بھی حرکت کرتا ہے۔ اسی طرح بچے کی تربیت کے سلسلہ میں آنحضور ﷺ نے تعلیم دی کہ جب بچہ پیدا ہوتو اس کے دائیں کان میں اذان کہی جائے اور بائیں میں اقامت۔ اور اس کا مقصد بھی یہ ہے کہ سب سے پہلی بات جو ایک بچہ کے کان میں پڑے وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور آنحضور ﷺ کی نبوت کا اقرار ہو پھر عبادت کی طرف بلایا جائے۔

آنحضور ﷺ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم آج سے چودہ سو سال سے بھی زائد عرصہ قبل دی تھی۔ اور آج کے دور میں سائنس نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ بچے کے ذہن میں لاکھوں کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے خلیے ہوتے ہیں جن میں تمام آوازیں ریکارڈ کرلیتا ہے اور اس میں یہ طاقت ہے کہ زندگی میں کسی وقت بھی وہ ان چیزوں کو یاد کرسکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے ابتدائے زندگی سے ہی بچوں کو اسلامی تعلیم کی طرف راغب کرنے کے طریق ہمیں سکھائے۔ اسلام کے بارہ میں یہ دعویٰ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ آج سائنسی تحقیقات نہ چاہتے ہوئے بھی ان حقائق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

اس ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ ہمارے ایک بزرگ مربی سلسلہ اور بزرگوار عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مرحوم نے ایک موقعہ پر تربیت اولاد کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا کہ: "ہمارا گھرانہ چونکہ زمیندار تھا اور میری والدہ حافظ قرآن تھیں وہ صبح سویرے جب دودھ بلویا کرتی تھیں تو مجھے گود میں ڈال لیا کرتی تھیں اور دودھ بلوتے وقت اکثر سورۃ التین کی تلاوت کرتیں۔ جب وہ مدھانی کی رسی کو دائیں طرف کھینچتی تھیں تو پڑھتیں والتین جب بائیں طرف کھینچتیں تو پڑھتیں والزیتون۔ الغرض ایک ایک لفظ اسی طرح ادا کرتیں اور سورۃ ختم کرتیں اور پھر دوبارہ شروع کردیتیں۔ اور یہ بڑا عجیب تصرف ہے کہ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورۃ جو مجھے حفظ ہوئی وہ سورۃ التین ہی تھی"۔

یہ تو صرف ایک مثال ہے۔ آنحضور ﷺ نے تربیت اولاد کے ضمن میں جو نصائح اور طریق بیان کئے اس کی ہزاروں بلکہ لاکھوں مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں۔

اسلام کی تعلیم میں یہ حسن پایا جاتا ہے کہ اس کی تعلیم ایک جگہ پر جا کر رُک نہیں جاتی بلکہ حالات اور وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کی راہنمائی کرتی ہے۔

جب بچے ذرا بڑی عمر کو پہنچتے ہیں تو ان کی تربیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آنحضور ﷺ نے فرمایا جب بچے سات سال کی عمر کو پہنچیں تو انہیں نماز کی تلقین کرو

اور جب دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور ایسا نہ کرنے پر معمولی بدنی سزا بھی دے سکتے ہو۔ اور فرمایا کہ اس عمر میں ان کے بستر الگ کردو۔

کتنی حکیمانہ تعلیم ہے کہ ایک بچہ جو پانچ چھ سال کی عمر میں صرف دعا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے نماز پڑھنے والا بنادے اور میری اولاد کو بھی۔ اب اسے عملی رنگ میں اس دعا کے عملی پہلو کی طرف متوجہ کردیا۔ اور فرمایا دس سال کی عمر میں اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے سرزنش بھی کرسکتے ہوتا کہ ان سے کاہلی اور سستی دور ہو۔ وہ عبادت جس کے بارہ میں پیدائش کے وقت صرف اسے ایک پیغام دیا گیا تھا۔ پھر اسے صرف عبادت کا طریق اور دعا سکھائی گئی۔ پھر تلقین کی، اب جب اس کا ذہن مزید پختگی کی عمر کو پہنچا تو عبادت کی اہمیت کو اس کے دل میں راسخ کرنے کے لئے سرزنش تک کی تلقین بھی کردی۔ یہی وہ ربوبیت ہے کہ درجہ بدرجہ بچے کی ذہنی نشوونماء کے مطابق اسے آئندہ ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور: 57 میں ارشاد فرمایا: "اے ایمان والو! تم سے تمہارے غلام اور وہ بچے جو ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے تین اوقات میں اجازت حاصل کرکے تمہارے پاس آئیں۔ نماز فجر سے قبل، ظہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار کر آرام کررہے ہو اور نماز عشاء کے بعد"۔ اسی حکمت کے پیش نظر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب بچے دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے اپنے بستر بھی علیحدہ علیحدہ کردو۔ گویا شہوانی خواہشات کا جو اثر ان پر بلوغت کو پہنچنے پر پڑسکتا ہے اس کیلئے احتیاط کے پہلو کو قبل از وقت اختیار کرنے کی تلقین کردی۔

اور یہ عجیب تصرف ہے کہ اسلام کی تعلیم کے اس پہلو کو نظرانداز کرنے کے نتیجہ میں خصوصی طور پر یہ غیر اسلامی دنیا اور مسلمانوں کے وہ طبقات جو اس حسین تعلیم کو پس پشت ڈال چکے ہیں ان کا حال کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مختلف کلبوں، سیرگاہوں اور ساحل سمندر پر نہ صرف چھوٹے بچے بلکہ والدین بھی اپنے بچوں کے ہمراہ لباسِ عریانی پہنے گھومتے ہیں اور اسے عار محسوس نہیں کیا جاتا۔ الغرض ان مسائل کو اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمیں علم ہوگا کہ اسلام کی اس حسین تعلیم کو بعض حالات میں نہ سمجھ کر اور بعض حالات میں جانتے ہوئے بھی پس پشت ڈال کر غیر اسلامی دنیا نے خصوصاً اور بعض مسلمان طبقات نے عموماً کتنی بڑی غلطی کی ہے۔ اسلامی تعلیم کا ایک درخشندہ پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام عموماً کسی فعل کے سرزد ہونے کے بعد اس کا علاج تجویز نہیں کرتا بلکہ حفظ ماتقدم کے طور پر ان راستوں کی نشاندہی بھی کرتا ہے جن کو اختیار کرکے ہر برائی کے امکان کا قلع قمع کیا جاسکتا ہے۔

آنحضور ﷺ کی بعض احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا وارث قرار دیا۔ جو بچوں کی تربیت کا پورا حق ادا کرتے ہیں اور ان سے محبت اور شفقت کا سلوک کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ ایک غریب عورت میرے پاس اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ آئی۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور کو اپنے منہ کی طرف لے گئی کہ وہ خود اسے کھاسکے۔ لیکن اس کی دونوں بیٹیوں نے وہ کھجور اس سے مانگ لی۔ چنانچہ اس نے اس کھجور کو جسے وہ خود کھانا چاہتی تھی دو حصوں میں تقسیم کرکے آدھی آدھی انہیں دے دی۔ اس کی اس بات نے مجھے بہت متاثر کیا۔ چنانچہ میں نے اس کے اس فعل کا ذکر آنحضور ﷺ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس نے اپنے اس فعل سے اپنے اوپر جنت واجب کرلی اور اس کے ذریعہ اپنے آپ کو آگ سے آزاد کروالیا۔ (صحیحین)

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دو بیٹیوں کی پرورش کی (ایک اور روایت میں ہے کہ ان کی اچھے رنگ میں تربیت کی۔ اور ان کی شادیاں اچھے طریق پر کیں) میں اور وہ شخص دو انگلیوں کی طرح جنت میں ایک دوسرے کے قریب ہونگے۔ اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیاں اٹھا کر اشارہ سے بتایا۔ (ترمذی کتاب البر والصلة)

ان دو احادیث میں بچوں کی تربیت اور ان سے شفقت کے بارہ میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے انسانوں کے افعال کو بڑے پیار کی نگاہ سے دیکھے گا۔

تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں ایک اہم نقطہ ذاتی کردار اور نیک نمونہ ہے جس کو دیکھ کر بچہ اپنے مستقبل کی راہیں متعین کرتا ہے اگر ماں باپ کا عملی نمونہ اور کردار مثالی ہو تو بچہ بھی (الا ماشاء اللہ) اسے اختیار کرتا ہے اور اگر ماں باپ کا عملی نمونہ اسکے برعکس ہو تو بچے کی نیکی کی طرف راغب ہونے کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ آنحضور ﷺ نے بڑے اختصار سے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا کہ ہر بچہ فطرتِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔

یہ بڑی واضح بات ہے کہ یہودی والدین بچے کو سینی گاگ لے کر جائیں گے۔ عیسائی والدین اسے چرچ ہی بھجوائیں گے ایک ہندو کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ مندر کی فضا میں پرورش پائے گا اور ایک مجوسی اپنے بچے کو ستارہ پرستی کی تعلیم دے گا۔ بچہ عموماً گھر کے ماحول ہی سے متاثر ہوتے ہیں اگر وہ نیک نمونہ دیکھتے ہیں تو اس کی پیروی کرتے ہیں اور اگر بری مثال دیکھتے ہیں تو اس کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس مثال کو بڑی خوبصورتی سے ہمارے لئے مشعلِ راہ کے طور پر بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ پر موت آئی جب اس نے اپنے بچوں سے پوچھا کہ وہ کیا ہے جس کی تم میرے بعد عبادت کروگے۔ انھوں نے کہا ہم عبادت کرتے رہیں گے تیرے معبود کی اور تیرے اجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے"۔ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کے سامنے ایک تاریخ تھی خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کا عملی اور اعلیٰ نمونہ کا تھا اس لئے انہیں جواب دینے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی اور فوراً کہا ہم اپنے آباؤاجداد کے اعلیٰ نمونہ کو دیکھ چکے ہیں اس لئے ہم اسی راہ پر گامزن رہیں گے جس پر اپنے آباؤاجداد کو پایا۔ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کا جواب کتنا حقیقت پر مبنی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کو ملحوظ رکھ کر کیا جانے والا عمل ضرور اثر دکھاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات اور مجالس میں گفتگو کے دوران تربیت اولاد کے پہلو کو بڑے حسین پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ بلکہ اپنے بچوں کی تربیت میں وہ طریق اختیار کئے جو عین فطرت انسانی کے موافق تھے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت ملاحظہ کیجئے کہ ایک مرتبہ ایک دوست نے اپنے بچے کو مارا۔ آپ اس سے بہت متاثر ہوئے اور انہیں بلا کر بڑی دردانگیز تقریر فرمائی اور فرمایا: "میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر

سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود دار اور اپنے نفس کی باگ قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔ مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرا لیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔ (ملفوظات جلد دوئم صفحہ 4)

21 ستمبر 1901ء شام کے وقت ایک شخص منشی عبدالحق صاحب نے اپنے ہاں اولاد نرینہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے مختصر تقریر فرمائی۔ فرمایا: "انسان کو سوچنا چاہئے کہ اسے اولاد کی خواہش کیوں ہوتی ہے؟ کیونکہ اس کو محض طبعی خواہش تک ہی محدود نہ کر دینا چاہئے کہ جیسے پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے۔ لیکن جب یہ ایک خاص انداز ہ سے گزر جاوے تو ضرور اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: مَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالْاِ نسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن۔ اب اگر انسان خود مومن اور عبد نہیں بنتا ہے اور اپنی زندگی کے اصل منشاء کو پورا نہیں کرتا ہے اور پورا حق عبادت ادا نہیں کرتا بلکہ فسق و فجور میں زندگی بسر کرتا ہے اور گناہ پر گناہ کرتا ہے تو ایسے آدمی کی اولاد کیلئے خواہش کیا نتیجہ رکھے گی۔ صرف یہی کہ گناہ کرنے کیلئے وہ اپنا ایک اور خلیفہ چھوڑنا چاہتا ہے۔ خود کونسی کمی کی ہے جو اولاد کی خواہش کرتا ہے پس جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرماں بردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیّئات رکھنا جائز ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہوگا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ میں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بنا دے۔ تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑی نامور اور مشہور ہو اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے"۔

اسی تقریر میں حضورؑ نے مزید فرمایا: "تو غرض مطلب یہ ہے کہ اولاد کی خواہش صرف نیکی کے اصول پر ہونی چاہئے۔ اس لحاظ سے اور خیال سے نہ ہو کہ وہ ایک گناہ کا خلیفہ باقی رہے۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دیدی تھی۔ یہ سلطان احمد اور فضل احمد قریباً اسی عمر میں پیدا ہو گئے تھے۔ اور نہ کبھی مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ بڑے بڑے دنیا دار بنیں اور اعلیٰ عہدوں پر پہنچ کر مامور ہوں۔ غرض جو اولاد معصیت اور فسق کی زندگی بسر کرنے والی ہو اس کی نسبت تو سعدی کا یہ فتویٰ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ پیش از پدر مردہ بہ نا خلف۔

پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرماں بردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کیلئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔

میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔

ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکا اپنے جرائم کی وجہ سے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ آخری وقت میں اس نے خواہش کی کہ میں اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔ جب اس کی ماں آئی تو اس نے ماں کے پاس جا کر اسے کہا کہ میں تیری زبان کو چوسنا چاہتا ہوں۔ جب اس نے زبان نکالی تو اسے کاٹ کھایا۔ دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ اسی ماں نے مجھے پھانسی پر چڑھایا ہے کیونکہ اگر یہ مجھے پہلے ہی روکتی تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ وہ خادم دین ہو بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ یعنی خدا تو ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما دے۔ اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں۔ بلکہ عِبادُالرّحمٰن کی زندگی بسر کرنیوالے ہوں اور خدا کو ہر شئے پر مقدم کرنیوالے ہوں۔ اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے"۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 373-371)

قرآن مجید کی تعلیمات، آنحضور ﷺ کی احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں اگر (والدین کے حقوق ادا کئے جائیں اور) والدین اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داریوں کو ادا کریں تو ایک جنت نظیر معاشرہ تعمیر ہو سکتا ہے۔ صرف اس جہت میں معمولی ہمت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اس حسین تعلیم کی موجودگی کے باوجود اگر انسان نے ان مسائل کا حل کسی اور طریق پر ڈھونڈنا چاہا تو جہاں بھی جائے گا ہمیشہ اندھیروں کو اپنے تعاقب میں پائے گا۔ حضرت مسیح الزماں علیہ السلام نے اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کو بڑے ہی پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اور تمام مسائل کا حل محض اور محض اسلامی تعلیم کو ہی قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اسلام سے نہ بھاگو راہ ھدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

انصار ڈائجسٹ

محمود احمد ملک

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ تحریرات اور مفید واقعات شامل اشاعت کئے جائیں گے جو قارئین خود لکھنا پسند فرمائیں یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کرکے بھجوائیں۔ تحریر مختصر اور بحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے:

Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL. e-mail: ansar_digest@yahoo.co.uk

انصاراللہ کا عہد-خلافت سے وابستگی

سیدنا حضرت مصلح موعودرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"آپ کا نام انصاراللہ ہے۔ یعنی نہ صرف آپ انصار ہیں بلکہ آپ انصاراللہ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ اللہ تعالیٰ کو تو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کی نسبت کی وضاحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ہمیشہ اس عہد پر قائم رہیں گے کیونکہ اللہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ اس پر موت نہیں آتی۔ اس لئے آپ کے عہد پر کبھی موت نہیں آنی چاہئے۔ چونکہ موت سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا اس لئے انصاراللہ کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تک آپ زندہ رہیں گے اس عہد پر قائم رہیں گے اور اگر آپ مر گئے تو آپ کی اولاد اس عہد کو قائم رکھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ "میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔" اور اگر اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کو اس بات کی توفیق دیدے تو پھر کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں یہ توفیق مل جائے کہ ہم عیسائیوں سے بھی زیادہ عرصہ تک خلافت کو قائم رکھ سکیں۔"

(الفضل 26 و 27 مارچ 1957ء)

انسان کا جدِ امجد دریافت

ایک کروڑ تیس لاکھ سال پرانے ایک ڈھانچے کو سائنسدانوں نے سپین کے شہر بارسلونا کے نزدیک ایک کھدائی کے دوران دریافت کیا ہے اور اس دریافت کو انسان کی ارتقاء کی کہانی کے گمشدہ باب کی دریافت سمجھا جا رہا ہے۔ تحقیق دانوں کے مطابق یہ ڈھانچہ ایک نر کا ہے جو کہ پھل کھاتا تھا اور جسامت میں بن مانس سے تھوڑا چھوٹا تھا۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ انہوں نے نہ صرف انسان بلکہ بن مانس اور گوریلے کے جدِ امجد کی باقیات کا بھی پتہ چلا لیا ہے۔

قدیم دَور کی حیاتیات پر تحقیق کرنے والوں نے بارسلونا کے نواح میں کھدائی شروع کی ہی تھی جب انہیں اس ڈھانچے کا ایک دانت ملا۔ مزید کھدائی سے بن مانس کا ڈھانچہ دریافت ہوا جو کہ ابھی تک دریافت شدہ سب سے مکمل ڈھانچہ ہے۔ اس کی کھوپڑی، پسلیاں، ریڑھ کی ہڈی، ہاتھ، پاؤں اور دوسری ہڈیاں بھی برآمد کی جاچکی ہیں۔ سائنسدانوں نے اس کا تعلق ایک نئے خاندان Pierplapithecus catalaunicus سے جوڑا ہے۔ خیال ہے کہ 11 سے 16 ملین سال پہلے بڑے گوریلے جینیاتی بنیادوں پر چھوٹے گوریلوں سے الگ ہوگئے تھے۔ بڑے اور چھوٹے گوریلوں کے ادوار کے درمیان موجود خلا کو Pierplapithecus نامی خاندان کی مدد سے پُر کیا گیا ہے۔

سائنسدانوں کے خیال میں یہ مخلوق چھوٹے گوریلوں کے زمانے کے بعد اور بڑے گوریلوں کی چمپنزی، گوریلے اور انسان میں تقسیم سے قبل موجود تھی۔ اور یہ بڑے گوریلے اور انسان کے آباء میں سے ہے۔

ارتقاء: انسانوں جیسے بندر

انسان نما بندروں کا مشاہدہ کرنے والے سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ان میں سے چند کی اپنی ایک الگ ثقافت ہے، جو انسانوں سے ملتی جلتی ہے۔

یہ بندر جنگل میں اپنی زندگی آسان بنانے کے لئے مختلف طریقے اپناتے ہیں، مثلاً پتوں اور ٹہنیوں سے خوراک اکٹھا کرنا یا پھر اپنے گھروندوں کو دھوپ سے ڈھکنے کے لئے اس کے اوپر چھت بنانا۔ ان جانوروں میں وسیع سماجی تعلقات کے بھی اشارے ملے ہیں۔ اس دریافت سے سائنسدانوں کو انسانی تہذیب کے ارتقاء کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

تحقیق میں پتہ چلا ہے کہ یہ بندر درختوں کے پتوں کو دستانوں یا "نیپکن" کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں اور گھنی ٹہنیوں سے کیڑے مکوڑوں کو مارتے ہیں۔ کچھ جانور سوتے وقت آوازیں بھی نکالتے ہیں۔ ان کے کچھ گروپ کھیل کود سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مثلاً جب کچھ بے جان درخت گر رہے ہوں تو ان کی سواری کرنا۔ ان کی مختلف آبادیاں مختلف برتاؤ کا مظاہرہ کرتی ہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اپنے قریبی ساتھیوں سے سیکھتے رہتے ہیں۔

ڈیوک یونیورسٹی کے پروفیسر کیرل وان سکیک اس پروجیکٹ میں شامل ایک ٹیم کے سربراہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ "ہمیں قطعی اس بات کا یقین نہیں تھا کہ ہمیں ثقافتی سرگرمیوں کے شواہد ملیں گے، لیکن ہمیں چوبیس ایسے شواہد ملے جن سے ثقافتی ردّوبدل کے اشارے ملتے ہیں"۔

تین سیب روزانہ، دل توانا

ایک حالیہ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ اگر تین سیب روزانہ کھائے جائیں تو دل کی بیماری کا خدشہ کم ہوجاتا ہے۔ سیب میں ایسے ریشے پائے جاتے ہیں جو کولیسٹرول پر قابو پانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

اس تحقیق میں شامل سائنسدانوں کے مطابق جو لوگ اپنی خوراک میں روزانہ دس گرام ریشے والی غذا کا استعمال کرتے ہیں ان میں عارضہ قلب میں مبتلا ہونے کا خدشہ چودہ فیصد تک کم ہوجاتا ہے جبکہ دل کی شریانوں میں دوران خون کے بہاؤ میں کسی قسم کی رکاوٹ ستائیس فیصد تک کم ہونے کا امکان ہے۔

تحقیق میں کہا گیا ہے کہ ایک درمیانے سائز کے سیب میں تین گرام ریشے پائے جاتے ہیں، گندم کی بھوسی کی روٹی میں ڈیڑھ گرام اور براکلی کے ایک ڈنٹھل میں تقریباً تین گرام ریشے ہوتے ہیں۔ اسی طرح پھل، سبزیاں اور دالیں فشار خون کو کنٹرول میں رکھتے ہیں اور کولیسٹرول کو بڑھنے سے روکتے ہیں۔

اسی تحقیق میں یہ نشاندہی بھی کی گئی ہے کہ نشاستہ

سے بھرے کھانے جیسے مکئی کے دانوں اور مٹر میں غذائیت کم اور شکر زیادہ ہوتی ہے جو لوگوں میں ذیابطیس اور دل کی بیماریوں کا موجب بنتے ہیں۔

چربی سے امراضِ دل کا علاج

انڈیانا یونیورسٹی امریکہ کے شعبہ طبّ کے جریدے میں شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق سائنسدانوں کے خیال میں دورانِ خون کے امراض کا چربی کے خلیوں سے علاج ممکن ہوسکتا ہے۔ دراصل انسانی چربی میں پائے جانے والے خلیے خون کی نئی نالیوں کے بننے میں تیزی پیدا کرتے ہیں۔ جس سے جسم کے مختلف حصوں تک آکسیجن کی فراہمی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح ان خلیوں کو دل کے مریضوں کے علاج کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

تحقیق کرنے والی ٹیم کے سربراہ ڈاکٹر جلیس رحمٰن کے مطابق بہت سے لوگوں میں خون کی نالیاں پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور رگوں میں رکاوٹ کی صورت میں وہ قدرتی طور پر خون کی کمی کا ازالہ کردیتی ہیں۔ نئی تحقیق سے ان لوگوں کو فائدہ ہوگا جو خون کی نالیاں نہیں پیدا کرسکتے۔ اور اس تحقیق کے ذریعے ان لوگوں کے علاج کا بھی امکان ہے جن کی خون کی گردش میں کمی کی صورت میں ٹانگیں کاٹنی پڑسکتی ہیں۔

امریکہ سپر کمپیوٹر کی دوڑ میں آگے

گزشتہ سال IBM کے بلیوجین/ ایل سپر کمپیوٹر کے مارکیٹ میں آنے سے امریکہ نے جاپان پر سپر کمپیوٹر کی دوڑ میں سبقت حاصل کرلی۔ یہ کمپیوٹر امریکہ کے محکمہ توانائی نے ایک نیشنل لیبارٹری کے لئے تیار کیا ہے جو امریکہ کے جوہری ہتھیاروں کی حفاظت اور ان کی کارکردگی کی جانچ کے معاملہ میں سائنسدانوں کی مدد کرے گا۔ دوسرے نمبر پر سیلیکون گرافکس کا کولمبیا نامی کمپیوٹر آیا ہے جو کہ کیلیفورنیا میں واقع امریکہ کے خلائی ادارے ناسا کے ریسرچ سنٹر میں ہے۔ اس کمپیوٹر کو موسمیاتی تحقیق اور خلائی انجینئرنگ میں استعمال کیا جائے گا۔ اس سے قبل جون ۲۰۰۰ء سے جاپانی سپر کمپیوٹر "ارتھ سمولیٹر" تیز ترین سمجھا جاتا تھا جو ماحولیات اور زلزلہ سے متعلق مواد پر کام کرتا ہے۔

دنیا کا تیز ترین جیٹ: نیا ریکارڈ

امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے ناسا کے طیارہ "سکریم جیٹ" نے گزشتہ سال تیز رفتاری کا ریکارڈ توڑ دیا۔ پائلٹ کے بغیر اُڑنے والے اس تجرباتی طیارہ نے گیارہ ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ (11000Km/h) کی رفتار سے بحرالکاہل کے اوپر پرواز کی جو ایک ریکارڈ ہے۔ یہ رفتار آواز کی رفتار سے دس گنا زیادہ ہے۔ یہ کارنامہ گزشتہ ایک دہائی کی محنت کا ثمر بتایا جاتا ہے۔ پروگرام کے مطابق پہلے یہ طیارہ ایک بوسٹر راکٹ کے ساتھ منسلک تھا لیکن ۳۳ ہزار فٹ کی بلندی پر وہ اس سے علیحدہ ہو کر دس سیکنڈ تک اپنے زور پر اُڑتا رہا۔

دہی کے فوائد

دانتوں کے بارہ میں تحقیق پر ایک عالمی کانفرنس کے دوران پیش کی جانے والی تفصیلات کے مطابق اصلی دہی سانس کی بدبو کو کم کرتا ہے اور دانتوں اور مسوڑھوں کو خرابی سے بچاتا ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ ان کی سانس یا دہانے کے منہ کی بدبو کی وجہ سے لوگ ان کی قربت گریز کرتے ہیں انہیں اصلی دہی استعمال کرنا چاہئے۔

جاپان میں کی گئی تحقیق کے مطابق بازار میں ملنے والے میٹھے اور مختلف ذائقوں کے دہی کے مقابلہ میں اصلی دہی انسانی جسم میں ہائیڈروجن سلفائیڈ کے اس عنصر کو کم کرتا ہے جس سے سانس میں بدبو پیدا ہوتی ہے۔ بہتری کا کام وہ بکٹیریا کرتے ہیں جو اصلی دہی کا بنیادی عنصر ہوتے ہیں۔

اس تحقیق میں چوبیس رضاکاروں نے حصہ لیا۔ جنہیں پہلے دو ہفتے تک اصلی دہی کھانے نہیں دیا گیا اور پھر چھ ہفتے تک روزانہ کھانے کی دوسری اشیاء کے ساتھ نوّے (۹۰) گرام دہی کھلایا گیا تو اُن کے لعاب میں ہائیڈروجن سلفائیڈ اسی فی صد کم ہوگیا نیز دانتوں پر جمنے والے مادے، مسوڑھوں، کھوڑوں کی بیماریاں بھی دہی استعمال کرنے والوں میں کم پائی گئیں۔

نئے جین کی دریافت

انسانی جینیات سے متعلق ایک امریکی جریدہ میں شائع ہونے والی تحقیق کے مطابق برطانوی ڈاکٹروں کی ایک ٹیم نے FEVR نامی موروثی بیماری کے شکار لوگوں کا مطالعہ کرکے اندھے پن کی وجہ بننے والے ایک نئے جین کی دریافت کی ہے۔ امید ہے اس دریافت سے ہزاروں لوگوں کی بینائی بچائی جاسکے گی۔

لیڈز یونیورسٹی کی ایک ٹیم نے اُس بیمار DNA کوڈ کا پتہ چلایا ہے جو کہ پردہ بصارت کی ایک موروثی بیماری کا باعث ہے۔ اس دریافت سے ڈاکٹروں کو آنکھ میں موجود خون کے خلیوں کے بڑھ جانے سے پیدا ہونے والے اندھے پن کو سمجھنے اور اس کے علاج میں مدد ملے گی۔ اس بیماری میں آنکھ میں موجود خون کے خلیات کی بڑھوتری عام انداز سے نہیں ہوتی جس کے نتیجے میں مریض اندھے پن کا شکار ہوجاتا ہے۔

سائنسدان پہلے ہی کروموسوم 11 کے ایک جین کی نشاندہی کرچکے ہیں جو FEVR کا سبب بنتا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیق کے مطابق یہ جین FEVR کی تمام اقسام کی وجہ نہیں ہے بلکہ ایک اور جین کی موجودگی دیگر اقسام کا باعث ہے۔ توقع ہے کہ اس دریافت سے ذیابطیس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اندھے پن اور عمر کے ساتھ ساتھ کم ہونے والی بینائی جیسی بیماری کا علاج بھی ممکن ہوسکے گا۔ یہ دونوں بیماریاں مغربی دنیا میں اندھے پن کی بنیادی وجوہات ہیں۔

سونگھنے کا معمہ حل کرنے پر

انسانی دماغ کے مختلف خوشبوئیں یاد رکھنے کا عمل سائنسدانوں کے لئے بہت عرصے تک راز رہا ہے جسے جاننے کے لئے بہت تحقیق کی گئی ہے۔ دو سال قبل امریکہ میں دو سائنسدانوں (کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر رچرڈ ایکسل اور کینسر ریسرچ سنٹر کی لنڈا بک) کو 'سونگھنے کا راز' جاننے پر ۱ء۳ ملین ڈالر کا میڈیسن کا نوبل پرائز دیا گیا۔ ان سائنسدانوں نے ایک خاص طرح کی ایک ہزار مختلف Genes کا گروپ دریافت کیا ہے جو ایک مخصوص پروٹین پیدا کرتی ہیں جو خوشبوؤں کو سونگھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ پروٹین ناک کے اوپر کے حصے میں موجود ہوتے ہیں اور خوشبو کے مالیکیول وصول ہونے پر فوراً انہیں پہچان لیتے ہیں۔ یہ خلیے پھر اعصابی ٹشو کے ذریعہ احساس کے سگنل دماغ تک بھیجتے ہیں۔

